تنبیہ نافع

از

محقق العصر

حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی قدس سرہ

پیشکش:

شوکت علی

تعارف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے معتمدِ خاص محقق العصر حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی قدس سرہ (م1366ھ) کا لکھا ہوا یہ مضمون ماہنامہ القاسم (ذی الحجہ 1346ھ) میں چھپا تھا- حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہ اس مضمون کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"حضرت اقدس تھانوی و مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اخبار مہاجر دیوبند میں شائع ہونے والے ایک طویل مضمون کا یہ مفصل جواب ہے۔ ان ہر دو حضرات کے خطوط جو طرفین کے نام ہیں وہ بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔" (علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات)

شوکت علی

تنبیہ نافع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد۔ احقر حبیب احمد کیرانوی عرض پرداز ہے کہ اسوقت ہمارے سامنے اخبار مہاجر دیوبند کے دو پرچے ہیں جنمیں مولوی شبیر احمد عثمانی نے اپنا ایک طویل مضمون شائع کرایا ہے جسکو اتمام حجت کے عنوان سے معنون کیا گیا ہے اُس کے ابتدائی حصہ میں نہایت قابلیت کیساتھ مسلمانوں کو مدرسہ دیوبند پر فوجکشی کی دعوت دیگئی ہے اور آخر میں اس مراسلت کو شائع کیا گیا ہے جو اُن کے اور حجۃ اللہ فی الارض مجدد الملۃ والدین حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب عم فیضہم دوام ظلہم کے درمیان ہوئی ہے۔ اس مراسلت کی اشاعت سے چونکہ بہت بڑی حد تک غلط فہمی پیدا ہونیکا امکان ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسکو تنقید و تبصرہ کے ساتھ شائع کریں۔ تاکہ حقیقت حال واضح ہوجاوے۔ اور جو شخص کوئی رائے قائم کرے۔ وہ بصیرت کیساتھ قائم کرے۔ اور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر ضرر دینی میں مبتلا نہو جائے۔ جب لوگوں پر اس مراسلت کی حقیقت منکشف ہوجائیگی تو اسی سے مولویصاحب موصوف کے مضمون کے جز اول کی حقیقت بھی واضح ہوجائیگی۔ جسمیں اُنہوں نے مسلمانوں کو مدرسہ پر فوجکشی کی دعوت دی ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی ہمکو مزید توضیح کی ضرورت معلوم ہوئی تو ہم اُس پر مستقلاً کلام کریں گے۔ اس مختصر گذارش کے بعد ہم اصل مقصود پر کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اُس مراسلت کو جس تمہید کے ساتھ شروع کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

مجھے اپنی ذات کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ تقریباً چھ ماہ سے جب میں پہلی اسٹرائک ختم ہوجانے پر حیدرآباد دکن کیطرف روانہ ہوا تھا۔ دار العلوم کے معاملات سے مجھے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اور چونکہ اُسی وقت طلبہ اور اہتمام کی کشمکش میرے ظن اور توقع کے خلاف ایسی حد تک پہنچ چکی تھی (خواہ اُس کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں) جس سے دار العلوم کا اصل وجود ہی معرض خطر میں آگیا۔ اور درستی معاملات کی امید بالکل ضعیف ہوگئی۔ اسلئے میں نے اپنے حق میں اُسی وقت سے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ آیندہ اس معاملہ میں کسی قسم کا دخل نہ دونگا اھ اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے

کیا تھا۔ یا تاریکیٔ جہل و ضلالت ہیں؟ ہمارے زعم میں آپکی طبیعت کی ساخت آپکو شق ثانی کو اختیار نہ کرنے دیگی بلکہ آپ شق اول ہی کو اختیار کرینگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب بروئے قرآن و حدیث اصلاح سے مایوسی کی حالت میں آپ کو عزال اور گوشہ نشینی جائز ہے۔ تو اگر حضرت مولانا نے آپکے ہنگامہ آرائیوں کا نتیجہ تخریب مدرسہ دیکھکر آپ کو سکوت کا مشورہ دیا تھا تو کیا بیجا کیا گیا تھا۔ اور آپ تھانہ بھون کی مجلس شوریٰ میں بزعم خود آخر دم تک جنگ پر کیوں آمادہ رہے تھے۔ چنانچہ آپنے خود اپنے خط میں اقرار کیا ہے۔ کہ میں نے آخر میں کہا کہ اگر ہمیں اس مجلس شوریٰ ہی پر اعتماد نہ ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہئے اگر ہم خاموش ہوتے ہیں تو ہمارے زعم میں ایک عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے الخ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے لئے سکوت جائز نہیں ہے اور ہمیں اجازت دیجائے کہ ہم برابر جنگ کرتے رہیں۔ اور آپ کی طرف سے حضرت مولانا پر اہل مدرسہ کی طرفداری کا الزام کیوں عائد کیا گیا۔ اور اس پر کیوں زور دیا گیا کہ ہمکو افہام و تفہیم کا موقع دیا جائے جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے۔ اور جبکہ بزعم خود آپ کو اس کا موقع نہ دیا گیا تو آپ ناخوش کیوں ہوئے۔ الحاصل اگر آپ کا قصداً اعتزال فتن شریعت کی حد میں تھا تو حضرت مولانا کا آپ کو اور آپ کی فوج کو فتنہ سے علیحدہ رہنے کا مشورہ دینا بھی ضرور شریعت کی حد میں تھا۔ اور جبکہ وہ شریعت کی حد میں تھا تو آپنے اُسے کیوں نہ مانا۔ اور جبکہ آپ شریعت کے حکم کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کرنے کا دعویٰ کر کے لوگوں کو مدرسہ پر فوجکشی کی دعوت کیوں دیتے ہیں اب آپ ہی تبلائیے کہ ہم آپ کے مضمون اتمام حجت کو مدرسہ کے لئے ایک خطرناک پروپیگنڈا سمجھیں یا آپکی اس قسم کا اعتبار کریں جو آپنے لکھائی ہے۔ کہ ہم قرآن و حدیث کے فیصلہ کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ الغرض مولوی صاحب کے اس مضمون نے انکے تمام مضمون کی حقیقت کھول دی اور بتلا دیا کہ مولوی شبیر احمد مدرسہ کے معاملہ میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی حکم شرعی سے مجبور ہو کر نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کا منشا سراسر نفسانیت ہے کیونکہ انکے بیان کے موافق شریعت انکو اجازت دیتی ہے۔ کہ وہ ادارۂ اہتمام کو اُس کی ذمہ داری پر چھوڑ کر الگ ہو جائیں مگر وہ نہیں مانتے۔ اور خواہ مخواہ قرآن کی غلط تفسیریں کر کے لوگوں کو مدرسہ پر فوجکشی کی دعوت دیتے ہیں

خیر اُسکے بعد مولوی صاحب رقمطراز ہیں۔ دکن سے واپس آتے ہی یہاں کے ماحول میں اپنی یکسوئی کا قائم رکھنا سخت دشوار ہو گیا۔ تاہم سخت مجبورکن حالات کے باوجود میں اپنے عزم پر مستقیم رہا الخ اس فقرہ میں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ ماحول کیا تھا۔ جسکی بنا پر آپ کو اپنی یکسوئی پر قائم رہنا سخت دشوار ہو گیا۔ اور

کو دھوکہ دینے کے اور کیا نتیجہ نکلسکتا ہے - ہم کو بتلایا جاوے - کہ کیا یہ تلبیس کا طرز عمل بھی جناب نے قرآن
وحدیث ہی کی روشنی میں اختیار کیا ہے - کیا وہ مجبوریاں آپ کو اہل مدرسہ کی جانب سے لاحق ہوئیں تھیں
اور وہ آپ کو مجبور کرتے تھے - کہ آپ گوشۂ تنہائی سے نکلکر باغیوں کی فوج کی کمان کریں - یا آپ کے
حلیفوں کی طرف سے تھیں - کہ اُنھوں نے آپکو مجبور کیا کہ آپ ہم کو مصیبت میں پھنسا کر خود الگ ہوگئے آخر
کچھ تو کہئے - جب تک آپ کوئی بات نہ کہیں اُسوقت تک ان مجبوریوں کا علم کیونکر ہو اور آپ کے صدق و کذب
میں امتیاز کیسے ہو - اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں مجھے افسوس ہے - کہ جناب مولانا حسین احمد صاحب
نے میرے سکوت کو باقی نہ چھوڑا اور اُن کے جواب میں چند الفاظ لکھنے پڑے - تاکہ ہمارا سابق طرز عمل اور
نصب العین مشتبہ نہ رہجائے الخ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آخر آپ یہ بھی تو خیال فرمائیں - کہ مولوی حسین احمد صاحب
کو کس چیز نے مجبور کیا - جو اُنہوں نے آپ کو مخاطب کیا - خود آپ نے کیونکہ جسوقت آپنے مسلک اعتزال کو
اختیار کیا تھا اگر اُسی وقت آپ اپنے اس مسلک کا اعلان کر دیتے تو آپ کو آپکے مسلک کے اظہار کے
لئے کیوں مخاطب کیا جاتا لیکن جب آپنے اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی کی - تو مولویصاحب نے
آپ کو اس طرف توجہ دلائی - اب آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس پر غور فرمائیے - کہ قصور کسکا
ہے - آیا آپ کا یا مولوی حسین احمد صاحب کا؟ کیسی عجیب بات ہے کہ اپنے لئے آپکا لائٹ ہاؤس مظلم و تاریک
ہوجاتا ہے - اور آپ کو کوئی راہ نہیں بتاتا اور دوسروں کے لئے وہ روشن بنجاتا ہے - اور فوراً
راہ نمائی کرنے لگتا ہے شاید حضرت جنید بغدادی کے مقولہ الصادق یتقلب فی یوم اربعین مرۃ
کے یہ معنی ہیں - کہ جو سچا پیر طریقت ہے - وہ ایک دن میں (نہیں ایک نشست میں) چالیس پلٹے کھاتا ہے -
اور جو ریاکار ہے (جیسے خاکم بدہن آپکے مرشد حضرت مولانا اشرف علی صاحب) وہ چالیس سال ایک
بات پر اڑا رہتا ہے (کہ ہم شریعت سے ایک انچ نہیں ہٹ سکتے) اُس کے بعد مولوی صاحب نے
لکھا ہے - اسی اثنا میں سرپرست دارالعلوم (گویا آپکے کچھ نہیں - افسوس) حضرت مولانا اشرف علی صاحب
نے اس باب میں احقر سے مراسلت شروع فرمائی - اور جانبین کے پانچ چھ خطوط کے بعد خود ہی اس سلسلہ
کو بند کر دیا - اس مراسلت نے اصلاح بطریق مصالحت کی رہی سہی توقعات کا قطعاً خاتمہ کر دیا الخ مولوی
صاحب نے اس مضمون میں عجیب و غریب دھوکا دینے کی کوشش کی ہے - وہ یہ کہ (۱) حضرت مولانا نے چھیڑ
کی ابتدا کی اور انکو مہر سکوت کے توڑنے اور میدان کارزار میں آنے پر مجبور کیا (۲) مولانا نے اُن سے بحیثیت

سرپرست دارالعلوم ہونے کے خط وکتابت کی (۳) مولوی صاحب مصالحت پرآمادہ تھے۔ لیکن مولانا اس پرآمادہ نہ ہوئے۔ لیکن یہ تمام بیانات غلط اور سرتاپا غلط ہیں کیونکہ اس مراسلت سے نہ حضرت والا کا مقصود نزاعات کا فیصلہ کرنا تھا اور نہ انہوں نے بحیثیت سرپرست دارالعلوم ہونے کے انکو خط لکھا کیونکہ اگر اس حیثیت سے مولانا ان کو خطاب کرتے تو کیا وجہ تھی کہ مولوی انورشاہ اور مفتی عزیزالرحمٰن صاحبان کو چھوڑ دیتے بلکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ ایک زمانہ میں مولوی شبیر احمد نے حضرت مولانا کو اپنا مربی روحانی تسلیم کیا تھا۔ اور احمد حسن سنبھلی کی طرح قطع تعلق کا اعلان نہ کیا تھا۔ اس واقعہ نے حضرت مولانا کو دھوکے میں ڈالا۔ اور وہ یہ سمجھے کہ اب تک وہ تعلق باقی ہے پس اس غلط فہمی کی بنا پر مولانا نے ان کو مخاطب کیا۔ لیکن جبکہ اُن کے خطوط سے حضرت والا کو یہ اطمینان ہوگیا کہ یہ شخص انا خیر منہ کا مدعی ہے۔ اور طالب اصلاح نہیں ہے۔ تو حضرت مولانا نے اس سلسلہ کو بند کردیا۔ یہ حقیقت تھی اس واقعہ کی جسکو مولوی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بالکل صورت بدل کر ظاہر کیا ہے۔ اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔

دارالعلوم کے متعلق ان خطرناک حالات اور مایوس کن افکار سے متاثر ہوکر میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریقین کے آیندہ جنگ سے اور معرکہ آرائی سے تائیداً یا تردیداً مجھے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا اور علیک بخاصۃ نفسک پر انشاءاللہ عمل پیرا رہنے کی کوشش کرونگا۔ آیندہ میرے متعلق جو کچھ برا یا بھلا لکھا جاوے یا کہا جاوے۔ اُس سے میں بالکل علٰحدہ ہوں۔ اور اصلاحی جد وجہد میں اپنے ہر قسم کی مساعی اور دوسرے صاحبوں کی تمام کارروائیوں کو جو میرے مقابلہ پر کی گئیں۔ اُس علیم وخبیر قادر و توانا کے سپرد کرتا ہوں وھو لکل شئ محیط۔ لیکن اس کے متعلق اولاً معروض ہے کہ آپ اسی تحریر میں مدرسہ والوں پر فوج کشی کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اور اسی میں آپ اپنے معاملات کو علیم وخبیر و قادر و توانا کے حوالہ کرکے الگ تھلگ ہو رہے ہیں۔ یہ دونوں رویے کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم آپ کو آگ لگا جمالو دور کھڑی کا مصداق نہ سمجھیں۔ تو کیا سمجھیں۔ ثانیاً۔ اسوقت جو رویہ آپ نے اختیار فرمانے کا اعلان کیا ہے اُسی رویہ کی آپ کو آپ کے شیخ نے تھانہ بھون کے جلسہ شوریٰ کے موقع پر دعوت دی تھی۔ لیکن اُسوقت آپنے بزعم خود حضرت مولانا اور تمام اہل شوریٰ کو ایک معقولی سوال کے ذریعہ سے لاجواب کر دیا تھا۔ اب گذارش ہے۔ کہ کیا اب جناب کو جناب کی طبیعت وقادہ نے اُس لاینحل سوال کا جواب سمجھا دیا۔ یا اُس کا نشا یہ ہے کہ مزید سوالات وجوابات میں خانہ ساز مشیخت اور مشہور علم وفضل کے چہرہ سے نقاب اُلٹنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے

مسلک اعتزال اختیار کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ مولوی صاحب ہمیں آپ کی نافہمی اور ناشکری
پر افسوس ہے کہ آپنے اپنے محسن اور مربی کے اُس خیرخواہانہ مشورہ پر کان نہ دھرا۔ جسکی تقویت آج آپ اپنے
اس اعلان سے فرما رہے ہیں۔ ورنہ آپ کو ان رسوائیوں سے دوچار ہونا نہ پڑتا۔ جو آپکے لئے رونما ہوئیں۔ م
ثل مشہور ہے؎ آنچہ دانا کند۔ کند ناداں۔ لیک بعد از خرابیٔ بسیار۔ ثالثاً ہمیں یہ بھی گذارش کرنا ہے
کہ کیا آپنے اپنی فوج کو بھی اس کی ہدایت کردی ہے کہ اب میں جرنیلی سے استعفا دیچکا ہوں۔ اب اپنی کارروائیوں کو
میری طرف منسوب نہ کیا جاوے۔ اور اگر آپنے ایسا کیا۔ اور مخالفین نے تمہاری تحریرات سے مجبور ہو کر میرے
متعلق کچھ لکھا تو اُس کے ذمہ دار تم ہوگے۔ ہمارے خیال میں آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اگر آپ ایسا کرتے
تو اپنے اس مضمون میں اُس کو لکھتے۔ نیز اس مفسد جماعت کے اخبار کو اپنا آرگن نہ بناتے۔ بلکہ کسی اور
اخبار میں اُسے شائع کراتے۔ کیونکہ اس اخبار کو اپنا آرگن بنانا صاف بتاتا ہے کہ آپ اس جماعت سے
قطع تعلق نہیں کرنا چاہتے اور درپردہ آپ ابتک اسکے حامی ہیں۔ اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔

اب مجھسے مخاطبت و مکاتبت اس معاملہ میں بالکل بے سود ہوگی۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم تو پہلے سے جانتے ہیں
کہ آپسے مخاطبت و مکاتبت بے سود ہے۔ اس لئے ہم خود آپ سے مکاتبت و مخاطبت پسند نہیں کرتے لیکن
جو فتنہ کا درخت آپ لگا چکے ہیں۔ جبتک اسکے کانٹے مسلمانوں کے لئے ضرر رساں رہیں گے۔ اُسوقت تک تو
آپکا ذکر خیر ضرور ہوگا۔ اور اس کے ذمہ دار آپ خود ہیں۔ اگر آپ نسیاً منسیاً بننا پسند کرتے ہیں تو اس کی صورت
صرف یہی ہے۔ کہ آپ اس درخت کو کاٹیں ورنہ اس کی توقع فضول ہے۔ اُس کے بعد مولوی صاحب
تحریر فرماتے ہیں۔ الّا یہ کہ اپنے سابق طرزِ عمل یا نصب العین کے ایضاح کے متعلق بہت ہی سخت ضرورت اور مجبور کن
حالت پیش آجائے۔ تو بقدر کفایت کچھ عرض کر دیا جائیگا۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ہم ہتھیار ڈالنا نہیں
چاہتے۔ ورنہ جب آپ اپنے تمام معاملات کو علیم و خبیر قادر و توانا کے حوالہ کر چکے۔ تو پھر یہ الّا کیا۔ مولوی
صاحب آپ کا طرز تحریر بتلاتا ہے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں محض پالیسی سے کر رہے ہیں۔ اور نہ آپ الگ ہی ہونا
چاہتے ہیں اور نہ مرد میدان بنکر سامنے آنا چاہتے ہیں۔ بندۂ خدا جو کچھ کرنا ہے یکسو ہو کر کرو۔ یہ تلون مزاجی کیسی
کہ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ لیکن اگر آپ ایسا کریں تو پھر حضرت جنید کے فتوے کی بنا پر ریاکار نہ ہو جائیں گے اور صادق کیسے
رہیں گے۔ افسوس صد افسوس۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو جاہل اور نافہم۔ امام اور حجت الاسلام اور شیخ التفسیر
و شیخ طریقت کہتے ہیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ ذیل میں وہ مراسلت بالترتیب درج کیجاتی ہے

جو حضرت مولانا تھانوی مدظلہ اور حضرت کے درمیان ہوئی۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مراسلت کے اس مایوس کن
طرز کو میرے اس اعلان میں کسقدر دخل ہے بیع لیکن ہم کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کے الفاظ بالکل مجمل اور مبہم
ہیں۔ ہماری سمجھ میں ان کا مطلب ہی نہیں آیا۔ اگر مولوی صاحب اپنی قابلانہ تحریر میں ہم جیسے کند ذہنوں کی بلادت
کی رعایت بھی رکھا کریں تو بہتر ہے اُس **اعلان** کے لفظ میں ہم نہیں سمجھتے کہ کس طرف اشارہ ہے اور اُس
اعلان میں اس مراسلت کو کیا دخل ہے۔ مہربانی فرما کر اس کی توضیح فرما دیں تاکہ ہم بھی سمجھ سکیں کہ درحقیقت
اس مراسلت نے آپ کو اس اعلان کے لئے مجبور کیا ہے۔ یا اُس کا منشا کچھ اور ہے۔ اُسکے بعد مولویصاحب
اس مراسلت کو شائع کیا ہے۔ اور اس کی سرخی یہ ہے۔ دار العلوم کا موجودہ خلفشار حضرت مولانا اشرفعلی صاحب
و حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی اہم مکاتبت۔ حضرت سرپرست کی یکطرفہ حمایت کا حیرت انگیز مظاہرہ
اُس کے بعد مراسلت کی تمہید میں لکھا ہے۔ ذیل میں ہم وہ مراسلت بجنسہ درج کرتے ہیں جو دار العلوم کے
موجودہ خلفشار کے متعلق دار العلوم کے سرپرست حضرت مولانا تھانوی مدظلہ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب
عثمانی مدظلہ کے درمیان ہوئی ہے۔ قارئین اس مراسلت کو پڑھکر بخوبی یہ اندازہ فرما سکیں گے کہ حضرت سرپرست
نے اپنے موجودہ طرز عمل کے قائم کرنے میں۔ کس ... تحقیق ... سے کام لیا ہے۔ اور انکی موجودہ ذہنیت کا
مبنیٰ کیا ہے۔ نیز اس سے مولانا کی اُس تحریر کی حقیقت بھی پورے طور پر منکشف ہو جائیگی۔ جو انکی طرف سے قند
دیوبند کے نام سے اکناف ھند میں شائع کیگئی ہے بیع لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ گفتگو محض دھوکا ہے اور یہ وہی خیالات
ہیں۔ جو مولوی شبیر احمد نے اپنی تحریر میں اجمالاً ظاہر کئے تھے۔ جنکا جواب ہم پیشتر دے چکے ہیں۔ اور اس بیان
علاوہ مغالطہ دہی کے جس بدتہذیبی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اُسکی شکایت ہم کو کارپردازان مہاجر سے نہیں۔ بلکہ
مولوی شبیر احمد سے ہے کہ وہ اپنے سابق شیخ کے مقابلہ میں صرف خود ہی نہیں آئے۔ بلکہ مدرسہ کے لونڈوں کو
لے آئے۔ اور ہم اپنے مجروح دل کو حضرت عارف رومی کے اس شعر سے تسکین دیتے ہیں سہ

ہر کجا باشد ریاضت بارہٗ ازلکد خوردن نہ باشد چارہٗ

یعنی جو شخص گھوڑوں کے سدھانے کا ذمہ دار ہو۔ اُسے اُنکی لاتیں مجبوراً کھانا پڑتی ہیں۔ ہم عجیب حیرت میں ہیں
کہ کارپردازان مہاجر کے ایمان و انصاف کو کیا ہو گیا۔ کہ جب وہ خود بزرگوں کے طرز عمل پر گستاخی سے
نکتہ چینی کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ کوئی جرم نہیں ایک بڑھیا نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا تھا۔ لیکن جب انکے زعم
میں کسی بڑے شخص کی طرف سے (علمبرداران حریت) کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اصلاح دار الـ

س میں اگرچہ واقعیت وغیرہ واقعیت کی پاسداری بھی نہیں رکھی۔ اور آخر میں ایک طالبعلم کا نام لکھدیا
ہے تو وہ اس پر اس قدر چراغ پا ہوتے ہیں کہ بدتہذیبی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے چنانچہ ان کے مضمون
ند فقرے ملاحظہ کے لئے نقل کرتا ہوں جو کہ حسب ذیل ہیں۔ اس پردۂ زنگاری میں جو معشوق جلوہ نما
ہے۔ حقیقت شناس نگاہیں اگرچہ اُس کو ایوب صاحب کی گندہ ذہنی میں دیکھ رہی ہیں تاہم اس متعفن
میں جو نجاست اُچھالی گئی ہے اُس میں اسلامی طہارت وتہذیب (یعنی خود یہ تہذیب وطہارت
سے کارپردازان مہاجر کو حصہ ملا ہے) ہمیشہ قائم کرتی رہیگی کوتاہ اندیش اور جاہل لڑکوں کو
ر بناکر بزرگوں کے سر چڑھانا کچھ زیادہ تدبر کی بات نہیں پھر کیا بوالعجبی ہے کہ ماں نہ ماں میں تیرا مہمان
صداق بنکر ایسی اخلاق سوز حرکات کرائی جارہی ہیں اھ ان دونوں فقروں کی اسلامی تہذیب پر
ب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس بات پر ضرور متنبہ کرنا ہے کہ پہلے فقرہ میں دعوی کیا ہے۔ کہ
مون ایوب انصاری کا نہیں۔ بلکہ کسی اور نے اُس کے نام سے ایسا کیا ہے۔ اور دوسرے فقرہ میں
یوب انصاری کو اس کا مرتکب مان لیا ہے۔ یہ دماغی حالت ہے۔ اس مصلح امت گروہ کی۔
رحم کرے۔ اور اس سے زیادہ بوالعجبی یہ ہے۔ کہ ادارۂ اہتمام اگر جاہل لڑکوں کو محض برائے نام
نوں کے سر چڑھائے۔ تو وہ تدبر کے خلاف ہے۔ لیکن اگر وہ حضرات جنکو اکابر ثلٰثہ کے لقب سے یاد کیا
ہے۔ جاہل لڑکوں کو بزرگوں کے سر چڑھائیں۔ تو یہ عین تدبر ہے۔ ہم ان اکابر ثلٰثہ سے دریافت کرتے
۔ کہ کیا یہ باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں کیجارہی ہیں۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ یہ غیر ذمہ دار لوگوں کی
ت ہیں۔ تو آپ اس غیر ذمہ دار جماعت سے برارت کا اعلان کیوں نہیں فرما دیتے۔ اور اپنی تحریروں
ہ سے ان کی ہمت افزائی اور سرپرستی کیوں کرتے ہیں کیا اس سے ہم یہ نہ سمجھیں کہ یہ بھی آپ حضرات کا
تدبر ہے کہ باہمہ وبے ہمہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو پھر ہمکو بتلایا جاوے۔ کہ کیا یہ تدبر بھی
ن وحدیث کی روشنی میں اختیار کیا گیا ہے۔ یا یورپ کی پالیسی کے ماتحت۔ اُس کے بعد مہاجر نے وہ
سلت شائع کی ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے نزدیک اُس کو بلا تنقید شائع کرنا احتمال غلط فہمی سے خالی نہیں
کہ ہم پیشتر عرض کر چکے ہیں۔ اس لئے ہم اُس کو اپنی تنقید کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم
مکاتبت کو معرض تحریر میں لائیں یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے بعد حضرت مولانا
ن صاحب قدس سرہ شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب عم فیضہم دوام مجدہم - یہ چار حضرات ایسے تھے جنکو دیوبند کے ارکان اربعہ
مانا جاتا تھا - مولوی شبیر احمد نے ان چار ارکان میں سے اپنی تربیت کے لئے اول حضرت مولانا محمود حسن صاحب
کو منتخب کیا تھا - اور جبکہ اُن سے استفادہ متعذر ہوگیا (جسکی وجہ ہم اسوقت نہیں بیان کرنا چاہتے) تو
اُن کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو منتخب کیا - اور ایک عرصہ تک سلسلہ تربیت جاری رہا - اسی
سلسلہ میں حضرت مولانا نے ان کو اجازت بیعت بھی دیدی - اُس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا کو اپنی
اجازت کا نسخ مناسب معلوم ہوا اور اُنہوں نے تنبیہات وصیت کے ایک تتمہ میں اُس کی منسوخی کا اعلان فرمادیا
یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا تھا - لیکن اُس کے پانچ چھ برس بعد جو ایک تحریر دیوبند کے شوریدہ سر طالب علموں کی
طرف سے شائع ہوئی - اُس میں مولوی شبیر احمد کو خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب ظاہر کیا گیا تھا - جسوقت
وہ تحریر حضرت مولانا کی نظر سے گذری - تو اُن کو خیال ہوا کہ میں تو عرصہ ہوا کہ اپنی اجازت کو منسوخ کرچکا ہوں
اب یہ خلافت کیسی - اُدھر حضرت مولانا مدرسہ کے واقعات سے متاثر تھے - ان واقعات نے حضرت والا
کو آمادہ کیا کہ وہ مولوی شبیر احمد کو ان امور کے متعلق ایک مربیانہ خط لکھیں - چنانچہ حضرت والا نے
ان کو ربیع الاول میں ایک خط لکھا - لیکن وہ اُسکو روانہ نہ کرنے پائے تھے کہ مولوی شبیر احمد حیدرآباد
روانہ ہوگئے - اس لئے اُسوقت اُس کی روانگی ملتوی رہی - اور شعبان میں اُن کی واپسی پر اسکو اُن کے
پاس بھیجا گیا - وہ خط یہ ہے -

مکتوب حضرت مولانا بنام مولوی شبیر احمد - از اشرف علی عفی عنہ السلام علیکم - آپ کو
تعجب ہوگا کہ خلاف معمول یہ خط کیسے آیا مگر اس خلاف معمول کا داعی ایک ضرورت ہوئی - اور وہ ضرورت
ایک خاص بنا پر ایک خاص اطلاع دینے کی ہے - وہ بنا اس زمانہ کے واقعات ہیں - جو مدرسہ دارالعلوم
دیوبند کے متعلق آپ سے ظاہر ہوئے - اور وہ اطلاع یہ ہے - کہ اگر ان واقعات کے کافی تدارک کا ارادہ ہو
تو پوچھنے پر میں عرض کرسکتا ہوں - اور اگر تدارک کا ارادہ نہ ہو تو میں آیندہ آپ سے ملنے کے قابل نہیں -
اور ایک واقعہ قابل تدارک ان واقعات سے قبل کا ہے میں اُس کے متعلق خاص خطاب سے عرض کرتے
ہوئے شرماتا تھا - مگر ان واقعات نے اس واقعہ کو بھی شدید اور قابل اطلاع بنا دیا - وہ واقعہ میری طرف
انتساب کرکے لوگوں کو بیعت کرنیکا ہے - چونکہ وہ انتساب خلاف واقعہ ہے - لہذا اُس کا تدارک - اس کا
اعلان کردینا اور ماضی میں ایسی بیعت کے غیر معتبر ہونے کی اطلاع کردینا - اور مستقبل میں اُس کا ترک کردینا

ہے آگے اپنے دین کا ذمہ دار ہر شخص خود ہے والسلام اشرف علی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ **نوٹ**۔ آپ کے سفر کے سبب اس کی روانگی میں دیر ہوئی۔ انتہی المکتوب۔ **ناظرین!** آپ اس مشفقانہ اور مربیانہ خط کو من اولہ الیٰ آخرہ پڑھیں۔ اور قبل اس کے کہ آپ مولوی شبیر احمد کے جواب کو پڑھیں۔ خود اپنے دل میں سوچیں کہ ایک سعادتمند اور مخلص مرید اپنے ایسے مشفق مربی کو جو کہ خود اس سے کہتا ہے۔ کہ مجھے تو اپنی فکر نہیں۔ مگر مجھے تیری فکر ہے۔ اگر تو اپنے مرض کا علاج کرنا چاہے تو میں نسخہ لکھدوں کس عنوان سے جواب دیگا ہے اُس کے بعد مولوی شبیر احمد کے جواب کو پڑھیں۔ اور بتلائیں کہ اس شخص میں پیری تو درکنار مریدی کی بھی قابلیت ہے۔ اگر آپ پیری مریدی کی حقیقت سے واقف ہیں۔ تو میں یقین کرتا ہوں۔ کہ آپ یہی جواب دیں گے کہ حاشا وکلا کیسی مشیخت اس میں تو مریدی کی بھی لیاقت نہیں۔ اب ہم وہ جواب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہے۔

جواب مولوی شبیر احمد۔ از شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ بخدمت گرامی مخدوم محترم بندہ حضرت مولانا دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ میں سفر سے واپسی میں بیمار ہوگیا۔ اور ابھی تک سلسلۂ علالت جاری ہے۔ والانامہ غیر متوقع طور پر وصول ہوا۔ میں بالکل صفائی اور سچائی سے عرض کرتا ہوں کہ آج تک میں نے ایک شخص کو بھی آپکے انتساب کی بنا پر بیعت نہیں کیا۔ جو کوئی آپ سے ایسا نقل کرے وہ جھوٹا ہے۔ لہذا میں اس کے خلاف اعلان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جناب کو اختیار ہے۔ جس عنوان سے چاہیں اعلان فرما دیں۔ باقی ہر شخص اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرسکتا ہے۔ اب رہگیا مدرسہ کا معاملہ اس کے متعلق میں پورے وثوق اور بصیرت کے ساتھ یہ گذارش کرسکتا ہوں۔ کہ جناب والا کو جو واقعات جس عنوان سے پہنچتے رہے ہیں وہ اکثر غلط ہیں۔ جس کی تحقیق اگر آپ ضرورت سمجھیں۔ تو مشافہۃً ہوسکتی ہے۔ بہر حال اگر مجھ سے اس معاملہ میں کوئی شرعی غلطی ہوئی ہو۔ بحمد اللہ ہر وقت میرا قلب اُس کے اعتراف اور تدارک اور تلافی کے لئے کشادہ ہے جس میں کسی لوم لائم کی پروا نہیں۔ جو کوئی شخص مجھکو کسی ایسی حرکت پر متنبہ کریگا۔ جس سے میں خدا کے نزدیک مدرسہ کے معاملہ میں ملزم ٹھہرتا ہوں۔ وہ ہر طرح میری شکرگذاری کا مستحق ہے۔ باقی اگر جناب کو میرے ملنے سے تکلیف ہوتی ہے تو تا اجازت ثانیہ میں جناب کو ایسی تکلیف ہرگز نہ دونگا۔ وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد کوئی چھوٹا ہو یا بڑا خدا کے سامنے سب چھوٹے ہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں جوابدہی کرنی ہوگی۔ حق تعالیٰ ہمارے فہم و بصیرت کی آنکھیں اندھی نہ کرے۔ اور ہمیشہ اپنی مرضیات کا تابع بنائے

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ از دیوبند از شعبان

یہ جواب تھا۔ مولوی شبیر احمد کا۔ مسلمانو! تم اس جواب کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پڑھو اور سرسری نہیں بلکہ غور سے پڑھو۔ اور بتلاؤ۔ کہ کیا مخلص مرید اپنے شیخ کو یوں ہی خطاب کرتے ہیں۔ اور کیا اگر مولوی شبیر احمد یا مفتی صاحب یا شاہ صاحب کا کوئی مرید اُن کو اس طرح خطاب کرے اور کہے کہ آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے ہیں۔ اپنی خبر لیجئے۔ خدا کے نزدیک جیسے ہم ہیں ویسے ہی آپ ہیں۔ بلکہ ہماری بہ نسبت آپ سے زیادہ باز پرس ہوگی۔ آپ کور باطن ہیں اور آپ کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اور ان پاکیزہ مضامین کو ایسے خوبصورت پیرایہ میں ادا کرے جس میں مولوی شبیر احمد نے ادا کیا ہے۔ تو کیا وہ اُس مرید کو سرکش گستاخ مغرور نافرمان اور خود رائے نہ قرار دینگے۔ ضرور دیں گے۔ تو اب آپ انصاف سے بتلائیں کہ ہم اُن کی نسبت کیا خیال کریں خیر ہم اس بحث کو چھوڑ کر اُس خط کے اصل مقصود پر کلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد نے اس کو تو تسلیم کیا کہ میں لوگوں کو بیعت کرتا ہوں۔ لیکن اس کی حضرت مولانا کی طرف نسبت کرنے سے انکار کیا۔ اب اس جگہ سوال یہ ہے۔ کہ اگر آپ مولانا کی طرف نسبت کرکے بیعت نہیں کرتے۔ تو پھر کس کی طرف نسبت کرکے بیعت کرتے ہیں۔ کیا کسی شیخ بخار نے آپ کو اس کی اجازت دی ہے؟ اگر نہیں دی۔ تو کیا ایسی پیری مریدی حب جاہ و مال سے ناشی نہیں ہے۔ اگر ہے۔ تو کیا ایسے عبد الدینار و الدرہم اور جاہ پرست کو پیری مریدی کرنا جائز ہے اور کیا اپنے بزرگوں کا یہی شیوہ تھا۔ نیز کیا یہ خیانت عظیمہ اہل مدرسہ کی فرضی یا واقعی خیانت سے کم ہے اور کیا یہ استبداد ارباب اہتمام کے استبداد سے گھٹا ہوا ہے۔ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ تو کیا آپ کا دینی اور اخلاقی فرض نہیں ہے۔ کہ آپ اس پروپیگنڈہ سے توبہ کریں۔ اور جسقدر جاہلوں کو آپ نے اس جال میں شکار کیا ہے اُن کو رہا کریں۔ نیز کیا ایسی حالت میں یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اہل مدرسہ کے خلاف آپ کا پروپیگنڈہ نیک نیتی پر مبنی ہے۔ ہرگز نہیں۔ دوسرا امر قابل بحث یہ ہے۔ کہ آپنے لکھا ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کر سکتا ہے۔ جس کے بظاہر یہ معنی ہیں۔ کہ آپ کو میری پیری مریدی کے معاملہ میں دست اندازی کی ضرورت نہیں۔ اگر میں آپ کی خلافت کا دعویدار ہو کر بھی لوگوں کو بیعت کرتا ہوں تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ نہ کہ آپ۔ لہذا آپ کو کوئی ضرورت نہیں۔ کہ آپ مجھ سے کہیں۔ کہ تو میری طرف نسبت کرکے مرید نہ کر۔ پس اگر آپ کا یہی مطلب ہے تو اس پر سوال یہ ہے۔ کہ کیا ارباب اہتمام کے مقابلہ میں یہ مقصد نہیں چل سکتا۔ اور مدرسے کے اہتمام کو انکی ذمہ داری پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اگر نہیں تو کیوں۔

اور اگر وہاں بھی یہ اصول چل سکتا ہے۔ تو پھر آپ کی ان شورشوں اور فتنہ پردازیوں کی ضرورت کیا ہے
اور کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ آپ کو اصلاح مقصود نہیں ہے۔ بلکہ آپ کا مقصود تفریق پیدا
کرکے اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔ تیسرا امر قابل بحث یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ جناب والا کو جو واقعات جس عنوان
سے پہنچتے رہے ہیں وہ اکثر غلط ہیں۔ اس پر سوال یہ ہے۔ کہ آپ کو کیا معلوم کیا واقعات پہنچتے رہے ہیں۔ اور
کس عنوان سے پہنچتے رہے ہیں۔ کیا یہ چور کی داڑھی میں تنکا نہیں ہے۔ اگر آپ بری تھے۔ تو آپ کو مولانا سے
سوال کرنا چاہیے تھا۔ کہ میرے علم میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے۔ اگر جناب والا کے علم میں ہو۔ تو اس سے مطلع
فرما کر مجھے اس کے تدارک یا اظہار برائت کا موقع دیں۔ پھر ہم نے مانا اکثر غلط ہیں لیکن اقل تو صحیح ہیں۔
جیسے وہ واقعات جن کی بابت آپ نے مولوی حبیب الرحمن صاحب سے معافی چاہی تھی۔ تو کیا ان کے
تدارک کی ضرورت نہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ اگر آپ تحقیق کی ضرورت سمجھیں۔ کس قدر مہمل بات ہے۔ ایک شخص
سنکھیا کھاتا یا اس پر سنکھیا کھانے کا شبہ ہے۔ ایک طبیب اپنے ظن کی بنا پر کہتا ہے۔ کہ ظالم تو نے سنکھیا
کھایا ہے اگر تو اس کے علاج کے لئے تیار ہے تو مجھ سے کہدے میں دوا دیدونگا۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ حکیم
صاحب آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ اگر آپ ضرورت سمجھیں تو میں فلاں شرط کے ساتھ آپ کو اطمینان دلا سکتا ہوں
کہ میں نے سنکھیا نہیں کھایا۔ اب کوئی ہم کو بتلائے کہ وہ طبیب اس کا کیا جواب دیگا۔ کیا وہ اس احمق کی
شرائط کا پابند ہو کر اس سے کہیگا۔ کہ واقعی مجھے ضرورت ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسے یہ جواب دے گا
کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ نہ مجھے کسی شرط کی پابندی کی ضرورت ہے۔ تو جان تیرا کام جانے۔ ہمارے خیال
میں یہ فقرہ مولانا کے اس فقرہ کے جواب کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ کہ اگر ان واقعات کے کافی تدارک کا
ارادہ ہو۔ تو پوچھنے پر میں عرض کر سکتا ہوں۔ سو اگر واقعہ یہی ہے تو ہم مولوی صاحب کی خوش فہمی اور
ادب و تہذیب کی داد دیتے ہیں۔ چوتھا امر قابل بحث یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ بہر حال اگر مجھ سے اس
معاملہ میں کوئی شرعی غلطی ہوئی ہو۔ بحمد اللہ ہر وقت میرا قلب اس کے اعتراف و تدارک اور تلافی کے لئے
کشادہ ہے۔ اس میں کسی لوم لائم کی پروا نہیں الخ۔ اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ کیا وہ خط جو میں نے آپ کو
لکھا تھا حرف بحرف غلط تھا۔ اگر نہیں تھا۔ اور فی الحقیقت نہیں تھا۔ تو کیا آپ کا قلب اس کے قبول کرنے کے
لئے کشادہ ہوا۔ اور آپ میرے شکر گذار ہوئے۔ ہرگز نہیں تو اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا مشائخ اور پیران
طریقت کو اس زور کے ساتھ جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جس زور کے ساتھ آپ نے بولا ہے استغفر اللہ۔ پھر

آپ نے جو مدرسہ کے معاملہ کی قید لگائی ہے۔ اس کا فائدہ نہیں معلوم ہوا۔ کیا اس سے پیری مریدی کے معاملہ سے احتراز مقصود ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے۔ کہ پیری مریدی کے معاملہ میں تو مجھے خدا کے یہاں ملزم بننا گوارا ہے۔ اور اس معاملہ میں تو کسی کی نہ سنونگا۔ ہاں مدرسہ کے معاملہ میں سن لوں گا۔ اس کا شکرگذار ہوں گا۔ پس گو اس کا جزو ثانی بھی غلط ہے۔ لیکن اگر وہ صحیح بھی ہو تو کیا آپ کو ایسا ہی چاہئے۔ اور کیا پیر طریقت اور مصلح ایسے ہی ہوتے ہیں۔ الغرض یہ مواخذات تھے جو اس خط پر حضرت مولانا کی طرف سے ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ان تمام باتوں کو چھوڑ کر جو اس گستاخانہ خط کا جواب دیا وہ حسب ذیل ہے۔

جواب حضرت مولانا ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط سابق کے دونوں جزو میں سے کوئی جزو روایات پر مبنی نہ تھا۔ روایات کی حالت مجکو بھی معلوم ہے۔ بلکہ جزو اول کی بنا تو اس کا مشاہدہ ہے۔ کہ مطالبات کا یہ طرز مدرسہ کے لئے یقیناً مہلک ہے۔ مطالبہ کا بے ضرر طریقہ یہ تھا کہ اول مہتم صاحب کو اُن کی کوتاہیوں پر مطلع کیا جاتا۔ وہ نہ مانتے تو اہل شوریٰ کو اطلاع کی جاتی۔ وہ نہ مانتے سکوت کیا جاتا وہ خود عنداللہ ذمہ دار ہوتے۔ اہل مطالبہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے۔ سو یہ مشورہ اگر جی کو لگے تو اس پر عمل کیا جاوے اور دوسرے حضرات کو بھی یہی رائے دی جائے۔ ورنہ جو صواب معلوم ہو۔ اور جزو ثانی کی بنا ایک مطبوع مضمون کا مطالعہ ہے جو جید برقی پریس میں چھپا ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے "خالص اصلاحی تحریک پر افساد کا پردہ ڈالنے کی ناکام سعی" الخ اس میں آپ کے نام کے ساتھ خلیفہ فلاں (احقر) لکھا ہے۔ جس سے آپکی موافقت مظنون ہوتی ہے۔ سو اگر بعد اطلاع آپکے نزدیک اس کا تدارک ضروری ہو کر دیا جاوے۔ ورنہ خیر اس تدارک میں میری کوئی مصلحت نہیں۔ اس لئے مجکو اس کی اشاعت کی حاجت نہیں۔ والسلام دعاگو و دعاجو اشرف علی ۱۵ ؍ شعبان ۱۳۴۶ھ۔

ناظرین! آپ مولوی شبیر احمد کے خط کی بیہودگیوں کو پیش نظر رکھ کر مولانا کے جواب کی نرمی متانت اور درگذر کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حضرت مولانا۔ اور مولوی شبیر احمد کے مراتب کے تفاوت کو بھی پیش نظر رکھیں۔ پھر بتلائیں۔ کہ مولوی شبیر احمد کی طرف سے اس عفو و کرم کا جواب کس عنوان سے ہونا چاہئے۔ اگر آپ میں سلامت فہم و سلامت طبع کا جوہر ہے۔ تو آپ ضرور یہی کہیں گے کہ اس کے جواب میں اپنی گستاخیوں پر ندامت اور اپنی تقصیرات کی معافی وغیرہ امور ہونے چاہئیں لیکن

ہم آپ کو تبلاتے ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد پر اس کا الٹا اثر ہوا۔ اور اُن کے غرور کا پارہ پہلے سے بھی اوپر چڑھ گیا۔ چنانچہ پہلے خط میں تو اُن کو اپنی گستاخیوں کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ اور اس خط میں ان کا احساس بھی ہوا۔ اور اقرار بھی کیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ ان گستاخیوں کو ترک کیا جاتا تو حضرت مولانا سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ آپ ان باتوں سے متاثر نہ ہوجئے۔ اور جو میں کہوں مجھے کہہ لینے دیجئے۔ **کیوں مسلمانو!** کیا یہ مولوی شبیر احمد کی انتہائی نخوت اور استبداد اور نااہلیت ناشکری۔ احسان فراموشی۔ بے مروتی۔ وغیرہ اوصاف کی کافی دلیل نہیں ہے۔ ہے اور ضرور ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کے ماننے میں تامل کرے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر یہی طرز حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے مقابلہ میں اختیار کیا جاتا۔ تو کیا آپ اس کو گستاخی وغیرہ نہ کہتے ضرور کہتے۔ پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ حضرت مولانا کے مقابلہ میں اس کو ایسا نہ کہا جاوے۔ الغرض مولوی شبیر احمد نے اس کے جواب میں پہلے سے زیادہ گستاخی سے کام لیا اور حسب ذیل خط لکھا۔ **خط مولوی شبیر احمد**

از بندہ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ بخدمت گرامی مخدوم محترم حضرت مولانا صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ۔ والا نامہ میرے عریضہ کے جواب میں پہونچا۔ اگرچہ میرا قصد نہیں تھا کہ سلسلہ مراسلت کو مزید طول دیا جاوے۔ لیکن والا نامہ کے سیاق کو دیکھتے ہوئے چند سطور لکھنا ناگزیر ہوا۔

اصلاح مدرسہ کے متعلق جو ترتیب جناب نے تحریر فرمائی ہے عجیب بات ہے کہ ٹھیک اُسی طرح عملدرآمد بھی ہوا۔ مدت دراز تک یہاں اندرون خانہ مہتمم صاحبان کو قابل اصلاح امور پر مطلع کیا جاتا رہا۔ ادب۔ تہذیب۔ حیاء۔ مروت۔ اور معقولیت غرض ہر چیز کی رعایت کے ساتھ بار بار گذارشیں کی گئیں۔ آخر مجبور ہو کر یہ سوال تحریری طور پر ہم تین شخصوں کے دستخط سے مجلس شوری میں اُٹھایا گیا۔ پھر تھانہ بھون میں جناب کے مواجہ میں جو گفتگو ہوئی اُسکے اعادہ کی حاجت نہیں۔ صرف بعض اجزاء اُس گفتگو کے یاد دلانا چاہتا ہوں جو شاید معرض ذہول میں آ گئے ہیں۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ قند دیوبند اور النور میں جس جگہ یہ مکالمات نقل ہوئے ہیں وہ اجزاء نقل کرنے سے رہ گئے ہیں۔ جناب نے مجلس میں مجھ سے سوال کیا تھا۔ کہ اگر جماعت شوری تمہاری تجاویز کے خلاف فیصلہ کر دے۔ تو پھر تم کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں دوبارہ آپ حضرات سے گذارش کروں گا کہ افہام وتفہیم کا موقع دیا جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اُس کے بعد بھی وہی فیصلہ رہا تو کیا کرو گے میں نے کہا کہ پھر زبان ساکت ہو جائیگی۔ گو قلب مطمئن نہ ہوگا۔ اخیر میں میں نے عرض کیا کہ ایک سوال باقی ہے وہ یہ

کہ اگر فرض کیجئے ہمکو اور دوسرے مخلص مسلمانوں کو اس جماعت شوریٰ ہی پر اعتماد نہ رہے اور وہ اس

جماعت کو (بہ ہیئات مجموعی) اس منصب کا اہل نہ سمجھیں تو اُسوقت ہمکو کیا کرنا چاہیئے اگر خاموش رہتے ہیں تو

اپنے زعم میں عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ اور بولتے ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ دارالعلوم کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس سوال پر بعض ممبران چیں بجبیں ہوئے مگر آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ سوال معقول ہے۔ اور بے شک یہ جز قابل غور ہے۔ اور چونکہ پہلے یہ سوال ذہن میں نہ تھا۔ اس لئے میں اسوقت کوئی جواب نہیں دیسکتا تم بھی اس کے جواب میں ہماری مدد کرو۔ اُس کے بعد مجلس ختم ہوگئی۔ آپنے نیچے اُترکر بحد مسرت کا اظہار فرمایا اور یہ بھی فرمایا۔ کہ آج کے جلسہ میں تیری شرکت نہ صرف موجب مسرت بلکہ موجب برکت ہوئی۔ اور بیشک میں ایسی صفائی کو پسند کرتا ہوں۔ یہ جملے بعض دوسرے صاحبوں نے جو قریب ہی موجود تھے سنے۔ یہاں تک تو میرے مطالبات کی طرز آپ کے نزدیک موجب برکت تھی۔ اس کے بعد میں نے کوئی مطالبہ اچھے یا بُرے طرز میں پیش نہیں کیا۔ جسکا شاہدہ آپ کو ہوتا۔ جو کچھ بھی اُس کے بعد آپ کو معلوم ہوا ہے وہ روایات سے ہی ہوگا۔ لیکن جناب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے خط سابق کے دونوں جزوں میں سے کوئی جزو روایات پر مبنی نہ تھا۔ روایات کی حالت مجھ کو بھی معلوم ہے۔ بلکہ جزو اول کی بنا تو اُس کا شاہدہ ہے کہ مطالبات کا یہ طرز مدرسہ کے لئے یقیناً مہلک ہے۔ کیا میں یہ معلوم کرنے کی سعادت حاصل کرسکتا ہوں کہ روایات کو چھوڑ کر مطالبات کی وہ کون سی طرز مشاہدہ میں آئی جو مدرسہ کے لئے یقیناً مہلک ہے۔ جہاں تک مشاہدہ کا تعلق ہے اُس حدتک تو آپ موجب مسرت و برکت خیال فرماتے رہے ہیں اور کسی طرح کے انقباض کا اظہار نہیں ہوا۔ آگے شاہدہ کے بعد یا تو روایات ہیں خواہ زبانی یا کتابی یا اخباری۔ اور یا کوئی میری تحریر مشاہدہ میں آئی ہوگی۔ سو الحمدللہ میری تحریر تو ایک سطر کی بھی کوئی پیش نہیں کیجاسکتی اور روایات پر آپ بنا نہیں کرتے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہجران مسلم وغیرہ آثار کا مبنیٰ شرعی کیا ہے۔ النور اور قند دیوبند میں سنا ہے کہ مجھپر یہ الزام رکھا گیا ہے۔ کہ میں نے تھانہ بھون کے مکالمات کے خلاف سکوت کو قائم نہیں رکھا لیکن جو گفتگو اوپر نقل کرچکا ہوں اُس کے موافق کیا۔ چنانچہ یا شوریٰ نے ہمکو ہماری تجاویز کے متعلق مسترد کرنے کے بعد کوئی موقع مخلصانہ افہام و تفہیم کا دیا۔ پس اگر میں نے تھانہ بھون کی مجلس کے بعد کسی سے کچھ کہا ہے تو یہی کہا ہے کہ ہماری تجاویز اصلاح کے متعلق جو فیصلے کئے گئے اُس میں قطعاً ہمکو موقع افہام و تفہیم نہیں دیا گیا۔ اور جو چیزیں مسترد کی گئیں ہمکو معلوم نہیں کن وجوہ سے مسترد کی گئیں۔ بہت سے سوالات

مدرسین ممبروں کے اضافہ کی تجویز کو مسترد کرنے کی جو وجہ اب فتنۂ دیوبند وغیرہ میں بیان ہوئی ہے کہ ان تیول
جدت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ کیا جناب والا اُس جدت کی کچھ تفصیل فرما کر ہم گنہگاروں کو موقع دیں گے کہ
ہم اُس جدت کی اصلاح کر لیں کیونکہ ہم میں خواہ کتنی ہی برائیاں موجود ہوں لیکن اب تک یہ پورا یقین ہے کہ
میں اس جرم کا مجرم نہیں ہوں۔ بلکہ جدت کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہتا ہوں جس کے لئے حق تعالیٰ نے الحمدللہ
توفیق دیا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب جو جدت کے رنگ کی وجہ سے ممبری کے قابل نہ تھے چند
روز کے بعد وہ دارالعلوم کی صدر مدرسی اور پھر صدر مدرسی کی حیثیت سے جماعت شوریٰ کی رکنیت کے قابل
ہو گئے حالانکہ اُس جدت کے گناہ سے کوئی توبہ بھی اُن کی شائع نہیں ہوئی جو بڑے لوگ ہیں۔ وہ اس کے زیادہ
مستحق ہیں کہ خدا سے ڈریں۔ جناب خود ذرا سی دیر کے لئے للہ غور فرمائیں کہ یہ سب کارروائیاں کیا واقعی خدا
سے ڈر کر ہو رہی ہیں۔ یہ خاکسار نیازمند محض لوجہ اللہ پھر ایک مرتبہ عرض کرتا ہے۔ کہ آج مدرسہ کی ناؤ کو
ڈبونا یا ترانا صرف آپ کے سر ہے۔ مدرسہ کی ہلاکت کوئی سرسری چیز نہیں۔ اگر جناب ذرا تدبر، تحقیق معاملات
اور جرأت سے کام لیتے یا اب لیں۔ تو دارالعلوم کی ہستی کو موت کے منہ سے نکال سکتے ہیں۔ قلق اس کا ہے کہ
جناب نے ایک مرتبہ اتنا بھی نہ کیا کہ جو ہنگامہ برپا ہے اور جس طرح اہل حق کی جماعت رسوا ہو رہی ہے اُس سے متألم ہو کر فریقین
کے زعماء کو جمع کرنے اور چند روز کے لئے دیوبند آنے کی تکلیف اٹھاتے۔ اور کم از کم دونوں فریق سے مشافہۃً قصہ
زمین برسر زمین کو مرعی رکھ کر اور رواداری اور بردباری سے بیانات سن کر کوئی سبیل اصلاح و فلاح کی نکالتے
جناب تو یہ کیا۔ کہ بجائے جوڑنے اور ملانے کے خود انقطاع تعلقات کے احکام صادر فرماتے ہیں۔ ایسے بڑے حضرات
سے یہ توقع نہ تھی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا لہجہ کچھ تلخ ہو گیا ہے۔ اور ممکن ہے آپ مجھے گستاخ اور بدتہذیب خیال فرمائیں
لیکن واللہ باللہ میں اسوقت بالکل درد اور اخلاص سے کہہ رہا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ جناب والا میرے لب و لہجہ
سے قطع نظر کر کے ٹھنڈے دل سے بجائے خود غور فرمائیں۔ میں پانچ چھ ماہ سے تقریباً خاموش ہوں اور پچھلی اسٹرائک
کے بند کرنے میں جو کوشش محض لوجہ اللہ سب کو ناراض کر کے میں نے کی اُس کی شہادت سب موافق و مخالف دے
سکتے ہیں۔ لیکن کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مفتی صاحب پر جو ظلم کیا گیا ہے اُس سے دل پر بےحد صدمہ پہنچا ہے اور حیران
ہوں کہ دارالعلوم کی بقا کی سعی میں سب سے زیادہ دعوی رکھنے والے کیا اپنی ان حرکات کے عواقب کو بالکل نہیں سمجھتے

؎ گوئیا باور نمی دارند روز داوری — کیں ہمہ قلب و دغل در کار داور می کنند

دوسرے جزو کے متعلق یہ عرض ہے کہ میں نے آج تک وہ تحریر نہیں دیکھی۔ جس میں میرے متعلق خلیفہ کا لفظ لکھا ہے

اور نہ یہ معلوم کہ وہ تحریر کس کی ہے - نہ معلوم آپ کے نزدیک اُس سے میری موافقت کس طرح مظنون ہوئی - بہرحال جو تدارک جناب مناسب خیال فرمائیں وہ کریں - غالباً اُس مضمون نگار نے خلفاء کی جو فہرست عرصہ ہوا آپ کے یہاں سے شائع ہوئی تھی - جس میں میرا نام بھی تھا دیکھی ہوگی اور طبع خلافت کا اُس کو علم ہوا ہوگا اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے - والسلام از دیوبند - ۲۴ شعبان ۱۳۴۴ھ -

یہ خط تھا - مولوی شبیر احمد کا جو اُنہوں نے اپنے مربی اور محسن اور کریم النفس شیخ کو لکھا ہے - سو اس کو تو آپ پڑھ چکے - اب ہماری سنئے - مولوی شبیر احمد کہتے ہیں - والا نامہ میرے عریضہ کے جواب میں پہونچا - اگرچہ میرا قصد نہیں تھا - کہ سلسلۂ مراسلت کو مزید طول دیا جاوے - لیکن والا نامہ کے سیاق کو دیکھتے ہوئے چند سطور لکھنا - ناگزیر ہوا ؎ لیکن **اے مسلمانو!** تم ہمیں بتلاؤ - کیا مرید پیروں کو اسی طرح خطاب کیا کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے تو کیا اس سے ہم یہ نہ سمجھیں - کہ احمقوں کی مبالغہ آمیز تعریفوں اور بیجا تعظیموں نے ان کا دماغ خراب کر دیا ہے - اور اس لئے ان کی نخوت کی کوئی حد نہیں رہی ہے - پس کیا ایسے خود پسند مغرور اور طالب جاہ کی نسبت اگر ہم یہ خیال کریں - کہ اُس کی پیری مریدی اور مدرسہ میں مداخلت وغیرہ سب کا بنی حب جاہ و مال ہے - تو ہم کیوں قصور وار ہیں - اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں - اصلاح مدرسہ کے متعلق جو ترتیب جناب نے تحریر فرمائی ہے - عجیب بات ہے کہ ٹھیک اُسی طرح عملدرآمد بھی ہوا ؎ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو ترتیب مولانا نے تحریر فرمائی ہے - وہ یہ ہے - مطالبہ کا بے ضرر طریقہ یہ تھا کہ اول مہتمم صاحب کو اُن کی کوتاہیوں پر مطلع کیا جاتا - وہ نہ مانتے تو اہل شوریٰ کو اطلاع کیجاتی - وہ نہ مانتے سکوت کیا جاتا ؎ **کیوں مسلمانو!** کیا واقعی اسی ترتیب سے عملدرآمد ہوا - ہم نہیں سمجھتے - کہ کوئی باخبر مسلمان اس کا دعویٰ کر سکے - پھر ہم نہیں سمجھتے کہ مولوی شبیر احمد نے ایسا جھوٹا دعویٰ کیونکر کیا - جبکو ہر واقف شخص جھوٹا کہہ سکتا ہے - کیا مولوی شبیر احمد کہہ سکتے ہیں - کہ مولوی اکمل محمد صاحب کو زد و کوب نہیں کیا گیا - اور مہتمم صاحب کے مقابلہ میں شورش برپا کرنے کے لئے انجمن نہیں بنائی گئی اور خود اُنہوں نے اس کی کارروائیوں میں حصہ نہیں لیا - اور کیا شاہ صاحب و مفتی صاحب کو مہتمم صاحب کے مقابلہ کے لئے بڑی کوششوں سے ہموار نہیں کیا گیا - وغیرہ وغیرہ وہ ضرور یہ کہیں گے کہ یہ سب کام کئے گئے - لیکن ہم مولانا کی ترتیب میں ان امور کا نام و نشان نہیں پاتے - پھر باوجود اس کے یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہے - کہ ٹھیک مولانا کی ترتیب کے موافق عملدرآمد ہوا - الغرض یہ بیان بالکل غلط ہے - افسوس ہے - اس علم و دیانت پر کہ اپنی بات کی پچ کے لئے ایسی کارروائیوں سے بھی احتراز نہیں کیا جاتا - جو شرعاً مذموم

ہونے کے ساتھ اخلاقاً بھی مذموم ہیں۔ نیز مولوی شبیر احمد لکھتے ہیں۔ جناب نے مجلس میں مجھ سے سوال کیا تھا۔ کہ اگر جماعت شوریٰ تمہاری تجاویز کے خلاف فیصلہ کر دے تو پھر تم کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ میں دوبارہ آپ حضرات سے گذارش کرونگا۔ کہ افہام وتفہیم کا موقع دیا جاوے۔ آپنے فرمایا۔ کہ اگر اس کے بعد بھی وہ ہی فیصلہ رہا تو کیا کرو گے۔ میں نے کہا کہ پھر زبان ساکت ہو جائیگی گو قلب مطمئن نہ ہوگا۔ آخر میں مَیں نے عرض کیا کہ ایک سوال باقی ہے۔ وہ یہ کہ اگر فرض کیجئے۔ مجکو اور دوسرے مخلص مسلمانوں کو اس جماعت شوریٰ ہی پر اعتماد نہ رہے۔ اور وہ اس جماعت کو (بہیئاۃ مجموعی) اس منصب کا اہل نہ سمجھیں۔ تو اُسوقت ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ اگر خاموش رہتے ہیں تو اپنے زعم میں عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ اور بولتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ دار العلوم کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس سوال پر بعض ممبران چیں بجبیں ہوئے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ سوال معقول ہے۔ اور بیشک یہ چیز قابل غور ہے۔ اور چونکہ پہلے یہ سوال ذہن میں نہ تھا۔ اس لئے میں سوقت کوئی جواب نہیں دیسکتا۔ تم بھی اس کے جواب میں ہماری مدد کرو۔ الخ۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم نے سوال واقعہ کے متعلق حضرت مولانا سے دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ مجھے سوچنے سے بھی یاد نہیں آتا۔ کہ یہ واقعہ ہوا ہو یہ جواب تو حضرت مولانا کا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ واقعہ آپ کی متخیلہ کا اختراع ہے۔ تب تو وہ بنیاد ہی منہدم ہوئی جاتی ہے۔ جسپر آپنے اپنے خط کی عمارت تعمیر کی ہے۔ لیکن اگر وہ آپ کی متخیلہ کا اختراع نہیں۔ بلکہ حضرت مولانا کو ذہول ہوا ہے۔ تب بھی یہ واقعہ آپکے لئے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ اس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہاں تک میرے مطالبات کی طرز آپکے نزدیک موجب برکت تھی۔ لیکن یہ صرف آپکی خوش فہمی ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اس بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا سے جو گفتگو ہوئی۔ اُس میں جو آپنے صفائی برتی۔ اور نفاق سے کام نہیں لیا اُس کو حضرت مولانا نے پسند فرمایا۔ اور آپ کی شرکت کو موجب برکت اس لئے فرمایا کہ آپ نے اُن کو ایک ایسے سوال کے حل کی طرف توجہ دلائی۔ جو ابھی تک اُن کے ذہن میں نہ آیا تھا۔ اور اس سے یہ امر کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اس جلسہ میں مولانا نے آپکے طرز مطالبہ کو پسند فرمایا تھا۔ پھر آپ کا اُس سے یہ نتیجہ نکالنا کیونکر صحیح ہے کہ میرے طرز مطالبہ آپ کو پسند تھی۔ اور جبکہ یہ نتیجہ صحیح نہیں۔ تو آپ نے آئندہ جو عمارت اس اختراعی بنیاد پر قائم کی ہے وہ سب ڈھے گئی۔ اس کے علاوہ خود آپ کا یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ طرز مطالبہ میری مشاہدہ کی ہوئی ہے۔ بلکہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُس طرز کا اثر ادراک مشاہدہ سے رہی خود طرز سو اُس کے علم کا طریق یہاں نہیں بیان کیا گیا۔ اب اگر

آپ کی جانب سے یہ سوال ہو۔ کہ آخر اُسکا علم کس ذریعے سے ہوا۔ تو اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ اُس کا علم اس ذریعہ سے ہوا کہ آپ نے اُس طرز سے نادم ہوکر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے اسکی معافی چاہی پس حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ طرز مطالبہ کی برائی کا خود آپ کو بھی اقرار ہے۔ جیسا کہ آپ کے طلب معافی سے ظاہر ہے۔ اور گو آپنے اُس کا بذریعہ طلب عفو تدارک کرنا چاہا۔ لیکن میرے علم میں وہ تدارک کافی نہیں۔ پس اگر اُس کے کافی تدارک کا ارادہ ہو تو پوچھنے پر میں اُس کا طریق بتلا سکتا ہوں۔ اور جبکہ واقعہ یہ ہے تو آپ کا جواب بالکل غلط ہے۔ اور آپ حضرت مولانا کو الزام دینے میں بالکل ناکام رہے۔ یہاں تک ہم نے اس واقعہ کے دونوں پہلوؤں کو لیکر کلام کیا ہے۔ جس کا منشا صرف احتیاط ہے۔ ورنہ ہم جہاں تک غور کرتے ہیں۔ ہمکو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ صرف آپکی تخیل کا تراشا ہوا ہے اور واقع میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ کیونکہ آپنے جو سوال کیا تھا۔ وہ کسی طرح ایسا دقیق نہ تھا۔ جسکے جواب سے حضرت مولانا اور تمام کمیٹی عاجز ہوجاتے۔ بلکہ وہ سوال تو اس درجہ مہمل تھا۔ کہ اگر آپ تعنت اور عناد سے خالی ہوتے تو خود آپ کے ذہن میں بھی نہ آتا۔ اور اگر حضرات مہتمم صاحبان اور اہل شوریٰ آپ کو آپ کی خواہش کے موافق کوئی عہدہ دیکر اپنے ساتھ ملا لیتے۔ اور ایسی حالت میں فریق ثانی کی طرف سے سوال پیش ہوتا۔ تو خود آپ اس کا جواب دیدیتے۔ کیونکہ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ درحقیقت کوئی سوال نہیں ہے۔ بلکہ جنگ کو جاری رکھنے کے لئے ایک کید نفس ہے۔ اسلئے اگر آپکو یا آپ جیسی مخلص جماعت کو اطمینان نہو تو اُسکے لئے آپ کو جنگ کی اجازت نہیں دیجاسکتی۔ بلکہ خود اس بے اطمینانی کا علاج لازم ہوگا۔ جس کا طریق یہ ہے۔ کہ اسکے منشا یعنی خود غرضی نفسانیت اور حب جاہ و مال وغیرہ کا علاج کیا جاوے۔ جب یہ اسباب دور ہوجاوینگے تو اطمینان خود حاصل ہوجاویگا۔ اور اگر بالفرض اب بھی اطمینان نہ ہو۔ تو پھر اس کا علاج یہ ہے کہ یہ خیال کیا جاوے۔ کہ جو کچھ ارباب اہتمام کریں اُنکو کرنے دو۔ وہ اپنے افعال کے خود ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ بقول آپکے ہر شخص اپنی ذمہ داری کو خود محسوس کرسکتا ہے۔ رہا یہ خیال کہ ہمارے زعم میں ایک عظیم الشان امانت الٰہیہ برباد ہوتی ہے۔ سو اول تو یہ کید نفس۔ اور وحی شیطانی ہے۔ لان الشیاطین یوحون الی اولیائھم لیجادلوا اھل الحق۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو۔ تو جب آپکو اس کے انسداد پر قدرت نہیں۔ تو آپ صبر کیجئے۔ اسپر اگر آپ کہیں۔ کہ ہمیں قدرت کیوں نہیں۔ ہم قوم میں پروپگنڈا کرکے جھوٹ سچ بول کے فتنہ فساد کرکے مدرسہ والوں کو شکست دیسکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو یہ خیال ایک توہم ہے۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی۔ تو جب تک آپ کامیاب ہوں گے اُسوقت تک مدرسہ بھی ختم ہوجائیگا۔ پھر آپ کسکی اصلاح کریں گے۔ علاوہ ازیں اگر ہم آپ سے یہ سوال کریں۔ کہ کیوں

صاحب۔ جس طرح آپ کو اور آپکا دعائی مخلصین کو مدرسہ والوں پر اطمینان نہیں۔ اگر مدرسہ والوںکو بھی آپ پر اطمینان نہ ہو
تو وہ کیا کریں۔ اگر ایسی حالت میں وہ مدرسہ کو آپ لوگوں کے ہاتھوں میں دیتے ہیں۔ تو اُن کے زعم میں ایک عظیم الشان امانت
آلہیہ برباد ہوتی ہے۔ اور اگر آپ کو نہیں دیتے تو آپ چیختے چلاتے ہیں۔ ایسی حالت میں مدرسہ والوں کو کیا کرنا چاہئے۔ تو
آپ اس کا کیا جواب دینگے۔ پس جسوقت آپکے ذہن میں یہ سوال آیا تھا۔ اُسی وقت آپکو چاہئے تھا کہ اس کو اپنے اوپر الٹ کر اپنے
نفس سے جواب لیتے۔ ایسی حالت میں آپکو اس سوال کے پیش کرنے ہی کی نوبت نہ آتی۔ علاوہ ازیں امانت آلہیہ کا مدرسہ دیوبند
میں انحصار نہیں۔ بلکہ اسلام اور شعائر اسلام سب سے بڑی امانت آلہیہ ہیں جو کہ خود آپکے نیچری بھائیوں کے ہاتھوں برباد ہو رہے ہیں
اُن کے مقابلہ میں آپنے کیا کارروائی کی؟ کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اپنی دنیا سنوارنے کے لئے اُنکے ساتھ سازش کرلی۔ تو اگر اسی طرح آپ
اہل مدرسہ کے ساتھ بھی ملکر کام کریں تو آپ کو کیوں انکار ہے۔ القصہ یہ سوال جسکو آپنے اپنے زعم میں لاینحل ظاہر کیا ہے محض پوچ
اور لایعنی ہے۔ اور اس لئے جو عمارت اسپر قائم کیگئی ہے۔ وہ بھی محض کمزور ہے۔ اور آپ ایسی باتوں سے حضرت مولانا کو الزام نہیں
دے سکتے۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر واقعی آپنے مولانا سے یہ سوال کیا تھا۔ اور حضرت مولانا نے فی الحال اُس کے جواب سے عجز کا اقرار
کیا تھا تو ہمکو تبلایا جاوے۔ کہ کیا آپنے بعد کو حضرت مولانا کو یاد دہانی کی کہ یا تو ہمیں ہمارے سوال کا جواب دیا جاوے۔ یا ہمکو اجازت
دیجائے۔ کہ ہم مدرسہ کو برباد کریں۔ کیونکہ ہمارے ارمان ہمارے دلوں میں موجزن ہیں۔ لیکن ہم مجبور ہیں کہ اسوقت تک انکو نہیں نکال سکتے
جبتک ہمکو اجازت نہو جاوے۔ اسکا جواب آپ یہی دیں گے۔ کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر ہم کیونکر سمجھیں کہ آپنے یہ واقعہ صحیح بیان کیا ہے
اُس کے بعد مولوی شبیر احمد نے کہا ہے۔ کیا میں یہ معلوم کرنیکی سعادت حاصل کرسکتا ہوں کہ روایات کو چھوڑ کر مطالبات کی
وہ کون سی طرز مشاہدہ میں آئی۔ جو مدرسہ کے لئے مہلک ہے۔ جہانتک مشاہدہ کا تعلق ہے اُس حد تک تو آپ موجب مسرت و برکت
خیال فرماتے رہے ہیں۔ اور کسی طرح انقباض کا اظہار نہیں ہوا الخ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ آپکا یہ بیان خود غلط ہے کہ جہانتک مشاہدہ
کا تعلق ہے۔ اُس حد تک آپ موجب مسرت و برکت خیال فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم اسکو پیشتر ثابت کرچکے ہیں۔ اور یہی مبنی ہے
سوال کا۔ لہذا سوال ساقط ہے۔ اسکے بعد آپنے لکھا ہے۔ کہ [illegible] مسلم وغیرہ کا [illegible] کیا ہے الخ لیکن ہم کہتے
ہیں کہ جبتک آپ نفس پرستی میں مشغول رہیں گے۔ اسوقت تک یہ بھی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور جسوقت اسکو چھوڑ دینگے اسوقت
خود سمجھ میں آجائیگا۔ اجی حضرت اُسکا مبنی وہی فتنہ پردازی ہے۔ جسنے مدرسہ کو ضرر پہنچایا ہے۔ جسکو آپ اپنی اصطلاح
میں اصلاح کہتے ہیں۔ لیجئے وجہ ہم نے بتلا دی اگر آپ سمجھ سکتے ہوں سمجھیں۔ اُسکے بعد لکھا ہے۔ النور [illegible] دیوبند میں سنا ہے
کہ مجھ پر یہ الزام رکھا گیا ہے کہ میں نے [illegible] کے خلاف سکوت کو قائم نہیں رکھا۔ الخ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ
صرف الزام نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ جسکا خود آپ کو بھی اقرار ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ آپنے اُسکے لئے ایک حیلہ نکالا ہے

جو کہ یہ ہے۔ کہ گفتگوئے مذکورہ بالا کے مطابق ہم کو افہام و تفہیم کا موقع نہیں ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ جو گفتگو آپ نے نقل کی ہے اگر وہ آپکی تراشیدہ نہیں ہے تب بھی اس میں اس کا کوئی وعدہ نہیں۔ کہ آپ کو افہام و تفہیم کا موقع دیا جاویگا۔ بلکہ اس میں افہام و تفہیم کا بے سود ہونا بتلایا گیا ہے۔ پھر آپ کو شکایت کا کیا حق ہے۔ اور جبکہ آپ کو حق نہیں تو پھر آپ کا سکوت کو قائم نہ رکھنا۔ اور اہل مدرسہ کی شکایت کرنا۔ یہ ضرور تھانہ بھون کے مکالمہ کے خلاف ہے۔ جو کہ آپ کو واقعی طور پر مجرم بناتا ہے۔ اور اگر بالفرض اس میں آپسے افہام و تفہیم کا وعدہ تھا۔ تو آپ نے اس واقعہ کے بعد کس وقت افہام و تفہیم کی درخواست کی ہے۔ جسکو رد کر دیا گیا ہو۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یا یہ واقعہ غلط ہے۔ یا اس سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے۔ وہ شرارت نفس ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ بہت سے سوالات کے بعد تین ممبروں کے اضافہ کی تجویز کو۔ الخ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اس عبارت میں فقرہ بہت سے سوالات کے بعد بجز اعتراض کے کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا۔ سو اگر اعتراض ہی مقصود ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو بہت سے سوالات کرنیوالے کون ہیں۔ پھر اگر ہیں۔ اور مولانا نے ان کے سوالات کا جواب دیدیا۔ تو آپکو مشکور ہونا چاہیئے۔ نہ کہ الٹا اعتراض کرنا۔ کیونکہ مولانا کا اصلی جواب یہ ہوتا کہ تم کو پوچھنے کا حق نہیں۔ اور ہم بتانے کے ذمہ دار نہیں۔ جسکی آپنے بھی تقویت کی تھی جیسا کہ قند دیوبند میں مصرح ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ آپ اس جواب کو تسلیم کر لینے کے بعد۔ بہت سوالوں کے بعد جواب دینے کو کیوں قابل اعتراض ٹھیراتے ہیں۔ رہا آپ کا یہ سوال کہ ہم کو جدت کی تفصیل بتلائی جاتنے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آپ کو اس جدت کی کچھ تفصیل احقر حبیب احمد نے بتلادی تھی۔ مگر آپنے کب مانی۔ اور اب آپ کو پھر اسی تفصیل کا حوالہ دیتا ہوں اس کو دیکھکر اطمینان کرلیں۔ اس کے بعد آپنے اس پر اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ کہ مولوی حسین احمد جنکو جدت کی وجہ سے ممبری کے قابل نہ سمجھا گیا تھا۔ ان کو اولاً صدر مدرسی اور اس کے واسطے شوری کی رکنیت کے قابل سمجھ لیا گیا۔ لیکن آپ متحیر نہ ہوں یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ مولوی حسین احمد صاحب کے متعلق صرف تعلیم کا کام ہے۔ اور انتظامی کوئی کام انکے متعلق نہیں۔ اور یہ آپکے بھی متعلق تھا۔ پس آپ اور وہ تعلیم کی اہلیت میں بھی برابر تھے۔ اور انتظام کی عدم مناسبت میں بھی۔ پھر آپ کو شکایت نہ کرنی چاہئے۔ اور یہ اصول خود غیر مسلم ہے۔ کہ مدرس اول کے لئے رکنیت کی مناسبت لازم ہے۔ ہاں اگر آپکی حیرت کے جواب میں ہم اپنی حیرت کا اظہار کریں۔ کہ وہ مولوی حسین احمد جنکی ممبری تسلیم کرانے کے لئے یہ شور و شر کیا گیا آج ان کی مدرسی بھی ناگوار ہے۔ تو ہماری یہ حیرت بالکل بجا ہے۔ اور اس سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے۔ کہ مولوی حسین احمد صاحب جو خود آپکے تجویز کردہ ممبر تھے کہ وہ خود آپکی کارروائیوں کو غلط کہہ رہے ہیں۔ تو آپ کو اس کی تسلیم سے کیوں انکار ہے۔

آگے آپ لکھتے ہیں۔ کہ جو بڑے لوگ ہیں وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ خدا سے ڈریں اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ صحیح ہے۔ اور الحمد للہ کہ بڑے لوگ خدا سے ڈرتے بھی ہیں لیکن اگر بالفرض ایسا نہ بھی ہو تو آپ تو مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ کیوں خدا سے نہیں ڈرتے؟ پس آپ کا فرض ہے کہ آپ خدا سے ڈریں۔ اور اس طرز عمل کو چھوڑیں جو کہ آپ نے تحصیل دنیا کے لئے اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ جناب خود ذرا سی دیر کے لئے للہ غور فرمائیں۔ کہ یہ سب کارروائیاں کیا واقعی خدا سے ڈر کر ہو رہی ہیں اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ "یہ سب کارروائیاں" سے کون سی کارروائیاں کی طرف اشارہ ہے۔ ذرا صاف لکھئے تاکہ جواب دیا جائے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ یہ خاکسار نیاز مند محض لوجہ اللہ پھر ایک مرتبہ عرض کرتا ہے۔ کہ آج مدرسہ کی ناؤ کو ڈبونا یا ترانا صرف آپ کے سر ہے۔ الخ۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس بیان میں دعویٰ خلوص وللہیت محض دعویٰ ہے۔ اور حقیقت اس کی وہی اتباع ہویٰ ہے اور کچھ نہیں۔ رہا مدرسہ کا ڈبونا یا ترانا۔ سو نہ اس کے ذمہ دار آپ ہیں۔ اور نہ آپ کو حضرت مولانا کی برابر مدرسہ کا درد ہو سکتا ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کو حضرت مولانا کی رائے پر چھوڑ دیجئے۔ اور خود مداخلت بیجا سے دست بردار ہو جایئے۔ اور اگر آپ لوگوں کی یہی مداخلت رہی تو کچھ بعید نہیں کہ مدرسہ کو نقصان پہونچ جاوے۔ جس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ اگر جناب ذرا تدبر، تحقیق معاملات اور جرأت سے کام لیتے یا اب لیں۔ تو دار العلوم کی ہستی کو موت کے منہ سے نکال سکتے ہیں اھ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ اس فقرہ میں آپ نے اپنے شیخ کی شان میں سخت بے ادبی اور کمال گستاخی سے کام لیا ہے۔ خیر اس کا آپ کو اختیار ہے۔ کہ اپنی عاقبت بنائیں یا بگاڑیں۔ لیکن ہم کو یہ بتا دیا جاوے۔ کہ اس فقرہ میں آپ نے حضرت والا پر تین الزام عائد کئے ہیں۔ یعنی عدم تدبر۔ عدم تحقیق معاملات۔ اور بزدلی۔ لیکن ہم کو یہ بتا دیا جاوے کہ آخر ان باتوں کا منشا کیا ہے۔ اور مولانا نے تدبر کیوں نہیں کیا۔ اور معاملات کی تحقیق کیوں نہیں کی۔ اور بزدلی کا کیا منشا ہے۔ اگر آپ کوئی وجہ نہیں بتلا سکتے۔ اور یقیناً نہیں بتلا سکتے۔ تو میں آپ سے کہوں گا کہ اس جھوٹ سے توبہ کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔ اور لوگوں کو گمراہ اور مدرسہ کو تباہ نہ کرو۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ کہ آپ حضرت مولانا کو تو پابند کرتے ہیں۔ کہ وہ جو الزام آپ پر عائد کریں۔ کسی دلیل شرعی کے ماتحت عائد کریں۔ حالانکہ حضرت مولانا کو بحیثیت مربی ہونے کے اس پابندی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ آپ کو ایسے مرض کے انسداد کی طرف بھی توجہ دلا سکتے ہیں۔ جس کے آیندہ پیدا ہونے کا احتمال ہو اور آپ اپنے شیخ پر الزام عائد کرنے میں کسی دلیل شرعی کے پابند نہیں ہوتے۔ اس کے بعد لکھا ہے قلق اس کا ہے۔ کہ جناب نے ایک مرتبہ اتنا بھی نہ کیا۔ الخ۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ قربان جایئے اس

حیا کے۔ ہمارے نزدیک یہ ایسی عجیب بے حیائی ہے جسکی نظیر شاید ہی مل سکے۔ کیونکہ مولوی صاحب کو اس کا ذرا قلق نہیں۔ کہ انہوں نے قصداً اہل حق کی جماعت کو ہنگامہ بپا کرکے رسوا کیا۔ مدرسہ کو خطرہ میں ڈالا۔ ہاں اس کا ضرور قلق ہے کہ حضرت مولانا نے از خود مولانا شبیر احمد صاحب کے در دولت پر حاضر ہو کر آپ کی خوشامد کیوں نہ کی۔ واہ واہ سبحان اللہ **صاحبو!** یہ تمام آثار مسخ قلب کے ہیں۔ خدا بچائے۔ کیوں مولویصاحب جوقت مولوی منفعت علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب اور مدرسہ والوں کا جھگڑا ہوا تھا۔ کیا حضرت گنگوہی اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے دیوبند تشریف لائے تھے۔ اگر نہیں لائے تھے۔ تو ہم کو بتلایا جاوے کہ اگر اسوقت آپ برسر اقتدار ہوتے۔ تو کیا حضرت گنگوہی کی نسبت بھی ایسے قلق کا اظہار فرما کر اُن کو مجرم گردان سکتے تھے۔ اگر نہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مولانا کی نسبت اس بیہودگی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب ان خیالات کا اظہار اُس وقت کر رہے ہیں۔ جبکہ تھانہ بھون میں دونوں فریقوں کے زعماء کا اجتماع ہو چکا۔ اور حضرت مولانا اپنی کوشش اصلاح کے متعلق کر بھی چکے۔ اور وہ کوشش خود انہیں مولوی صاحب اور ان کے فریق کی سرکشی کے سبب ناکام بھی ہو چکی۔ اب اگر مولانا اپنی عادت مستمرہ کے خلاف از خود دیوبند تشریف لیجاکر خواہ مخواہ مداخلت بھی کرتے تو کس بہبودگی کی توقع ہوسکتی تھی۔ اور جبکہ نہیں ہوسکتی تھی۔ تو ایسی حالت میں حضرت مولانا کو ملزم قرار دینا کس قدر بددیانتی اور بیحیائی کی بات ہے۔ ان حیادار صاحب سے کوئی پوچھے۔ کہ جناب یہ آپ کا فرض تھا۔ کہ تھانہ بھون آکر حضرت مولانا سے واقعات کا اظہار کرتے اور پوچھتے۔ کہ ہم ان فتنہ پردازیوں کے ذریعہ مہتمم صاحب کو شکست دینا چاہتے ہیں۔ آیا ہم ایسا کریں یا نہ کریں۔ یا حضرت مولانا کا فرض تھا۔ کہ وہ بے بلائے دیوبند جاکر۔ اور بالخصوص اس معذوری کی حالت میں آپ کی خوشامد کرتے۔ کہ حضور والا مہتمم صاحبان کی تقصیرات معاف فرمائیں اور مہتمم صاحبان کو بلا قوت کے مجبور کرتے۔ کہ آپ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی ماتحتی منظور فرمائیں۔ اور ان کے اشاروں پر چلیں۔ جبکہ یہ فرض خود آپ کا تھا اور مولانا کا فرض نہیں تھا۔ تو آپ کس منہ سے مولانا پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور کیوں اپنی حرکتوں پر نادم نہیں ہوتے۔ اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کیا تو یہ کیا۔ کہ بجائے جوڑنے اور ملانے کے انقطاع تعلقات کے احکام صادر فرماتے ہیں الخ لیکن ہمیں حیرت ہے۔ کہ مولوی صاحب کی عقل حیا۔ اور دیانت کو کیا ہوا۔ ارے خدا کے بندے۔ تجھے خود معلوم ہے کہ حضرت مولانا نے جوڑنے اور ملانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ حتیٰ کہ اسی جوڑنے اور ملانیکے لئے اپنی عادت کو چھوڑ کر تجھے اپنی طرف سے ابتداً

خطاب کیا - لیکن جب تمام تدابیر بے سود ثابت ہوئیں - تو مجبوراً قطع تعلقات کو اختیار کیا - کیونکہ جس عضو فاسد
کی اصلاح سے مایوسی ہو جائے - اُس کا علاج قطع کے علاوہ کچھ نہیں - پھر یہ تو بتلائیے کہ آپ پلے ہوئے کب تھے
آپ تو اُس وقت سے قطع تعلقات کر چکے تھے - جب سے فتنۂ ترک موالات کا وجود ہوا تھا - پس جبکہ خود آپ
قطع تعلقات کے بانی ہیں - تو آپ کو اس قطع تعلق کی شکایت کیوں ہے - اور آپ کس منہ سے شکایت کر سکتے
ہیں - اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے - میرا لہجہ کچھ تلخ ہو گیا ہے - اور ممکن ہے کہ آپ مجھے گستاخ اور
بد تہذیب خیال فرمائیں - لیکن واللہ باللہ میں اسوقت بالکل درد اور اخلاص سے لکھ رہا ہوں اور چاہتا ہوں
کہ جناب والا میرے لب و لہجہ سے قطع نظر کر کے ٹھنڈے دل سے بجائے خود غور فرمائیں الخ لیکن میں کہتا ہوں کہ
آپ کا لہجہ کچھ تلخ نہیں - بلکہ نہایت تلخ ہے - اور ہم آپ کو درحقیقت گستاخ اور بد تہذیب خیال کرتے ہیں -
اور آج سے نہیں بلکہ اُس وقت سے جبکہ آپ نے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے ناخوش ہو کر اُنسے قطع تعلق کیا تھا - اور
اپنے مربی و محسن اور بجائے پدر مولوی حبیب الرحمن صاحب کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑے ہوئے تھے - اور نہ خود ہی
بلکہ مدرسہ کے لونڈوں کو اُن کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا تھا - رہی آپ کی قسم کہ واللہ باللہ میں اس وقت بالکل درد اور
اخلاص سے لکھ رہا ہوں - سو یہ قسم ہمارے نزدیک بالکل **لیحلفن باللہ ان اردنا الا الحسنیٰ** کے قبیل سے
ہے - اس پر غالباً آپ کچھ اعتراض کریں گے کہ تمہیں میرے دل کا کیا حال معلوم - سو اس کا جواب ایک تو یہ ہے
کہ جب میں نے آپ کو خط لکھا تھا - تو اُس کے شروع میں میں نے قسم کھا کر اطمینان دلایا تھا - کہ میں آپ کو جو کچھ لکھ
رہا ہوں محض خیرخواہی سے لکھ رہا ہوں - لیکن آپ نے میری قسم کا اعتبار نہ کیا - تو جس دلیل سے آپ کو میرے دل کا
حال معلوم ہوا تھا - اُسی دلیل سے مجکو آپکے دل کا حال معلوم ہو گیا - دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا رومی
قدس سرہ فرماتے ہیں ؎ قول و فعل آمد گواہان ضمیر + زاں دو بر باطن تو استدلال گیر + گر گواہ قول کج
گوید رد ست + ور گواہ فعل کج پوید بدست + پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو آپ کے دل کا حال آپکے گواہ قولی و گواہ
فعلی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے - اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں - کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لب و لہجہ سے قطع نظر
کر کے ٹھنڈے دل سے بجائے خود غور فرمائیں الخ لیکن میں کہتا ہوں - کہ کیا عقل حیا - مروت اور انصاف سب آپ سے
رخصت ہو گئے - جو مولانا سے اپنی اتباع ہوی کی درخواست کی جاتی ہے - اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں تو آپ کی
تحقیر اور توہین - اور آپ پر افترا و بہتان وغیرہ سے باز نہ آؤنگا - لیکن آپ کا فرض ہے کہ ان سے متاثر نہ ہوں -
اور آپ میری خواہش کے موافق کام کریں - آخر یہ کون سی عقل و حیا و مروت و انصاف کا مقتضیٰ ہے - مولوی

صاحب ہیں آپ کو پھر خلوص سے کہتا ہوں کہ آپ ہوش میں آئیں اور جو شہرت یا مقبولیت آپکو جاہلوں یا احمقوں میں ہوگئی ہے۔ اُس پر نازاں نہ ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کا بنی وہی مدرسہ دیوبند اور خانقاہ امدادیہ ہیں جنکے آج آپ دشمن ہیں۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایا زقدر خود بشناس۔ اگر آپ میری نصیحت پر عمل کریں تو بہتر ہے۔ اور اگر آپ انی و استکبر کے مصداق بنے رہے تو عنقریب آپ کو اس کا نتیجہ معلوم ہو جائیگا۔ قال العارف الرومی سہ خشم مرداں خشک گرداند سحاب + خشم دلہا کرد عالمہا خراب + صد ہزاراں شہر را خشم شہاں + سرنگوں کردہ است اے بدگوہراں + بنگرید اے مردگان بے حنوط + در سیاہ سنگاہ شہرستان لوط + مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں پانچ چھ ماہ سے خاموش ہوں الخ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ کی خاموشی کیسی ہے۔ آپ کی خاموشی وہی خاموشی ہے۔ جس کی نسبت کسی نے کہا ہے۔ گویا نم و خاموشم چوں خط بکتاب اندر۔ نیز مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ پچھلی اسٹرائک کے بند کرنے میں جو کوشش محض لوجہ اللہ سبکو ناراض کرکے میں نے کی اُس کی شہادت سب موافق و مخالف دیسکتے ہیں الخ لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ ہماری آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں آپکی محض لوجہ اللہ کی حقیقت بھی معلوم ہے۔ اور کوشش کی بھی۔ مہربان من۔ آپکی کوشش لوجہ اللہ اُسوقت سمجھی جاتی۔ جبکہ آپ حبیب احمد جیسے بے حقیقت ہستی کے مخلصانہ تنبیہ پر ایسا کرتے۔ مگر آپ نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ مولوی کفایت اللہ اور مولوی احمد سعید اور مولوی عرفان جیسے قومی لیڈروں کے زور دینے سے ایسا کیا تھا۔ پھر آپ للہیت کا کس بنا پر دعوی کرتے ہیں۔ اچھا اگر آپ نے محض لوجہ اللہ اسٹرائک کو بند کرنے میں کوشش کی تھی تو کیا خدا کی خوشنودی اسٹرائک کے بند کرنے تک محدود تھی۔ اور صرف اسی قدر کوشش سے آپ کو رضی اللہ عنہ کا تمغا مل گیا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ تو اب بتلائیے کہ اُسکے بعد اس فتنہ کے انسداد میں آپنے لوجہ اللہ کیا کوشش کی؟ کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ کس منہ سے لوجہ اللہ کوشش کرنیکا دعوی کرتے ہیں۔ مہربان من آپ ہمیں دھوکا نہ دیں۔ اور خوب سمجھلیں سہ صد نشانست در دروں ایثار را + صد علامت ہست نیکو کار را + پھر آپ کا یہ دعوی بھی غلط ہے کہ یہ فعل میں نے سب کو ناراض کرکے کیا۔ کیونکہ لجنہ والے آپسے ابتک راضی ہیں۔ مفتی صاحب اور شاہ صاحب آجتک آپکے حلیف ہیں۔ پھر وہ ناراض کون ہے۔ آپ ہمکو بتائیے کیا مشائخ کے افعال ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں۔ لیکن کوئی شبہ نہیں۔ کہ حضرت مفتی صاحب پر جو ظلم کیا گیا ہے اُس سے دل پر بیحد صدمہ پہنچا الخ لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ مفتی صاحب پر کیا ظلم کیا گیا۔ ہاں جب مدرسہ والوں نے حضرت مفتی صاحب کی یہ حالت دیکھی کہ جس ہانڈی میں کھاتے ہیں اُسی میں چھید کرتے ہیں۔ تو اُنھوں نے اُن سے استعفا لے لیا۔ اس میں ظلم کیا ہوا۔ یہ تو خود مفتی صاحب کا اپنے اوپر ظلم تھا۔ یا آپکا اور اُن کے صاحبزادہ عتیق الرحمن وغیرہ

بجا ظلم تھا کہ آپ لوگوں نے اُن کو اس غلط راہ پر لگایا۔ اور اس پر قائم رہنے پر مجبور کیا۔ نیز مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میں حیران ہوں۔ کہ دارالعلوم کی بقا کی سعی میں سب سے زیادہ دعوی رکھنے والے کیا اپنی ان حرکات کے عواقب کو بالکل نہیں سمجھتے ۔ گویا یاد رنبی دار ندروز داوری + کیں ہمہ قلب و دغل در کار داوری کنند + لیکن میں کہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اس موقع پر اس صفائی سے کام نہیں لیا۔ جس صفائی سے انہوں نے اپنے بیان کے مطابق تھانہ بھون کے جلسہ میں کام لیا تھا۔ جبکہ اُن کو حضرت مولانا کے یہاں سے تمغۂ تحسین ملا تھا جس کو وہ پیشتر الزاماً پیش کر چکے ہیں۔ بلکہ بات کو بہت گول مول رکھا۔ کیونکہ نہ انہوں نے یہ بتلایا۔ کہ سب سے زیادہ دعوی رکھنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ آیا حضرت مولانا۔ یا اہل مدرسہ۔ اور نہ یہ بتلایا کہ وہ کون سے قلب و دغل ہیں۔ جو کہ وہ خدا کے کام میں کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک سیاق کلام ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ وہاں تک ہم یہی سمجھتے ہیں کہ سب سے زیادہ دعوی رکھنے والے حضرت مولانا ہیں۔ اور قلب و دغل مدرسہ سے مفتی صاحب کو الگ کرنا ہے۔ اگر در حقیقت ان کا یہی مطلب ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ انہوں نے چند جھوٹ بولے ہیں۔ کیونکہ اس میں چند دعاوی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت والا دارالعلوم کی بقا میں سب سے زیادہ سعی کے دعویدار ہیں۔ دوم یہ کہ حضرت مولانا نے فریب سے مفتی صاحب کو علیحدہ کیا ہے۔ سوم یہ کہ مفتی صاحب کی ملازمت مدرسہ خدا کا کام ہے۔ چہارم یہ کہ اُن کو مدرسہ سے الگ کرنا گویا قیامت کا انکار کرنا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام دعاوی جھوٹ ہیں۔ پہلا واقعہ تو اس لئے جھوٹ ہے کہ حضرت مولانا نے کبھی ایسا دعوی نہیں کیا۔ اور دوسرے واقعہ کے متعلق خود مولانا کا بیان شائع ہو چکا ہے کہ میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ اور باقی دعاوی کا کذب خود ظاہر ہے۔

اب ایک بحث رہ گئی وہ یہ کہ اگر حضرت مولانا نے نہیں کیا۔ تو جناب مولانا مولوی مسعود احمد صاحب نے کیا۔ اُن کی طرف یہ دھمکی عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ان حرکات کے عواقب کو بالکل نہیں سمجھتے۔ اور وہ گویا قیامت کی تصدیق نہیں رکھتے۔ جو خدا کے کام میں ایسا قلب و دغل کرتے ہیں۔

تو اُس کے متعلق معروض ہے۔ کہ یہ بیان بالکل غلط ہے۔ اور جناب مولوی مسعود احمد صاحب نے اس کے عواقب کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اور سمجھکر یہ دانشمندانہ کام کیا ہے۔ جس کا مدرسہ دیوبند ہمیشہ ممنون منت رہے گا۔ کیونکہ مفتی صاحب مدرسہ کے ایک عضو تھے۔ اور اُن کے مشیر بد اس عضو کے کیڑے۔ پس جبکہ ان کیڑوں نے اُس عضو کو اس درجہ خراب کر دیا تھا۔ کہ مدتوں علاج کرنے پر بھی اس کی اصلاح کی توقع نہ ہوئی۔ اور مدرسہ کی ہلاکت کا اندیشہ ہوا۔ تو ایسی حالت میں اُس کے قطع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور جبکہ یہ کارروائی محض مدرسہ کی مصلحت کے لئے کی گئی ہے۔ تو ایسی حالت میں عواقب آخرت کے اندیشہ کی

بھی کوئی وجہ نہیں۔ اور نہ یہ آخرت کے انکار کو مستلزم ہے۔ بلکہ خود آخرت کا اقرار ہی اس کارروائی کا داعی ہے۔ ورنہ اگر آخرت کا انکار رہوتا۔ تو نہ مدرسہ کی ضرورت ہوتی نہ اُسکی اصلاح کی۔ اُس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ دوسرے جزو کے متعلق یہ عرض ہے کہ اب تک میں نے وہ تحریر نہیں دیکھی۔ جس میں میرے متعلق خلیفہ کا لفظ لکھا ہے۔ اور نہ یہ معلوم کہ وہ تحریر کس کی ہے الخ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کا یہ بیان ایسا ہے۔ کہ اس کو بجز مولوی صاحب کے مریدوں کے شاید ہی کوئی سچا کہہ سکے۔ ہم جیسے بد اعتقاد تو اسکے سچ ماننے میں ضرور تامل کریں گے۔ کیونکہ وہ تحریر لجنہ والوں کی ہے۔ اور لجنہ والے اور مولوی صاحب تخریب مدرسہ کے معاملہ میں متحد و متفق ہیں۔ اور اُس تحریر کا تعلق بھی اسی تخریب سے ہے۔ اور مولوی صاحب اور لجنہ والے ایک ہی مقام پر رہتے بھی ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ لجنہ والوں نے اس تحریر کو مولوی صاحب سے کیسے مخفی رکھا۔ اور کیوں مخفی رکھا۔ اس کے علاوہ خود احقر نے اپنے خط میں اس تحریر کا تذکرہ کیا تھا۔ پس اگر پیشتر سے اُن کو اس کی اطلاع نہ بھی ہو تو میری تنبیہ کے بعد طبعی طور پر ان کو اُس کی جستجو ہونی چاہئے تھی۔ کہ دیکھیں وہ تحریر کس کی ہے۔ اور اُس میں کیا لکھا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود احقر کی تنبیہ کے انہوں نے اُس سے تغافل کیوں برتا۔ پس یہ واقعات ہیں جو ہمکو مولوی صاحب کے بیان کے صحیح ماننے سے مانع ہیں۔ بلکہ ہمارا تو یہ ہی خیال ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنے کو الزام تلبیس سے بچانے کے لئے یہ جواب تراشا ہے۔ اگر ہمارا خیال غلط ہو تو خدا معاف کرے۔ اُس کے بعد لکھا ہے۔ کہ نہ معلوم اُس سے میری شرکت کیسے مظنون ہوئی الخ لیکن ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نے اپنی تحریر میں بظاہر مظنون ہوتی ہے۔ لکھا ہے۔ اور بظاہر مظنون ہونے کے وجوہات میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ مختصر تنقید تھی۔ مولوی شبیر احمد کے اُس خط پر جس میں اُنہوں نے حضرت مولانا کے مقابلہ میں امکانی زہر اُگلا ہے۔ اب آپ منتظر ہوں گے کہ حضرت مولانا نے اس زہریلے خط کا کیا جواب دیا ہوگا۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نے اس کا جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے۔

جواب از حضرت مولانا اشرف علی صاحب ۔ السلام علیکم۔ میں آپ کو مشورہ دے چکا۔ آپ مجکو مشورہ دے چکے۔ گویا میں آپ کا حق ادا کر چکا۔ آپ میرا حق ادا کر چکے۔ اب میرا عمل میرے ساتھ ہے۔ اور آپ کا عمل آپ کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس خط پر مکاتبت بند کرتا ہوں۔ اگر دل چاہے میرے لئے دعا کر دیجئے۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ باقی لہجہ کی تلخی سو اس کا درجہ

عند اللہ حفظ حدود و نبت پر ہے۔ وھو علیم بذات الصدور وھو وکیل علی جمیع الامور
والسلام۔ اشرف علی از تھانہ بھون ۲۷ شعبان ۱۳۴۶ھ۔ اس کے جواب میں پھر ایک خط مولوی شبیر احمد کا آیا جو حسب ذیل ہے۔

مولوی شبیر احمد کا خط بجواب مکتوب حضرت مولانا

از بندہ شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ بخدمت گرامی مخدوم محترم بندہ زید مجدہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ جناب کا والا نامہ جس میں مکاتبت بند کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ کل موصول ہوا۔ بندہ گرانیٔ خاطر کے خوف سے اب کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس کا دل سے شکرگذار ہوں۔ کہ جناب والا میرے لئے دعا فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ جناب کی دعائے خیر میرے حق میں قبول فرمائے۔ بندہ اپنی گناہوں میں ملوث زبان کو برابر جناب والا کے لئے دعائے خیر میں استعمال کر رہا ہے۔ انہ سمیع قریب مجیب الدعوات۔ اخیر میں یہ گذارش ہے کہ دعائے خیر کے ساتھ خاص بندہ کی ذات کے متعلق دارالعلوم کے معاملات میں جناب والا کے نزدیک جس قدر اعتراضات یا شبہات کسی اصل شرعی کے ماتحت ہوں۔ ان کے سننے کے لئے نہایت کشادہ دلی بلکہ شکرگذاری کے ساتھ اپنے کو پیش کرتا ہوں۔ اگر جناب والا میری تقصیرات اور کمزوریوں پر مجکو تحریری یا زبانی طور پر مجکو از راہ نوازش مطلع فرما دیں گے تو جو تقصیر واقعی ہوگی۔ اس کی صلاح اور تدارک میں پوری سعی کروں گا۔ اور کم از کم اس کی تسلیم میں کوئی پس وپیش نہ ہوگا۔ اور اگر واقعی نہ ہوگی تو کم از کم جناب کا قلب میری طرف سے صاف ہو جائے گا۔ اور اگر قلمی خطوط یا مطبوعہ رسائل میں میری نسبت کوئی چیز بدون کسی حجت شرعیہ کے لکھی گئی ہے اس کی تصحیح ہو جائے گی۔ اور اگر میں نے کوئی غلط اور بیجا خیال جناب والا کے متعلق قائم کر لیا ہے یا آیندہ خدانکردہ پیدا ہو سکے۔ تو اس سے محفوظ ہو جاؤنگا۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ والسلام

از دیوبند ۲۹ شعبان ۱۳۴۶ھ۔

یہ خط تھا مولوی شبیر احمد کا جس کا جواب حضرت مولانا نے اس لئے نہیں دیا کہ نہ پہلے خطوں سے اُن کی اُمید کی توقع رہی تھی۔ اور نہ اس خط سے اس کی توقع ہوئی۔ اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ہم مولوی شبیر احمد کے اس آخری خط پر تنقید کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ بندہ گرانیٔ خاطر کے خوف سے اب کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ کیا مزید گالیاں لکھنے کا ارادہ تھا۔ جس

آپ نے گرانی خاطر کے خیال سے روک لیا کیونکہ حضرت مولانا کے سلسلہ مکاتبت کے بند کرنے کی اطلاع کے
بعد آپ کا خط لکھنا آپکے نزدیک موجب گرانی خاطر نہیں۔ کیونکہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ علی ہذا۔ اصل قصہ کے
متعلق گفتگو کرنا یہ بھی آپ کے نزدیک موجب گرانی خاطر نہیں۔ کیونکہ آپ نے اس خط میں پھر اس قصہ کو چھیڑا
ہے۔ اب کیا رہ گیا۔ گالیاں لکھنا۔ تو کیا گالیاں لکھنے کا ارادہ تھا۔ مولوی صاحب۔ آخر آدمی کو کچھ تو
سمجھ کر بات کرنی چاہیئے۔ نیز مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ اخیر میں گذارش ہے کہ دعائے خیر کے ساتھ خاص
بندہ کی ذات کے متعلق دارالعلوم کے معاملات میں جناب والا کے نزدیک جسقدر اعتراضات یا شبہات
کسی اصل شرعی کے ماتحت ہوں۔ اُن کے سننے کے لئے نہایت کشادہ دلی بلکہ شکرگذاری کے ساتھ اپنے کو
پیش کرتا ہوں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ یہ گفتگو آپ مریدانہ کر رہے ہیں یا مربیانہ۔ اگر مریدانہ کر رہے
ہیں تو وہ اصول مریدی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ آپ کو شرطیں لگانے کا کیا حق ہے۔ آپ کا تو یہ کام تھا
کہ آپ یہ کہتے۔ کہ اب تک جو کچھ میں نے لکھا۔ وہ میرے نفس کی شرارت تھی۔ اب میں اطلاع کرتا ہوں کہ
میں تعمیل ارشاد اپنی غلطیوں کے تدارک کے لئے موجود ہوں۔ جناب والا مجھے میری غلطی پر مطلع فرمائیں
اور اُس کے تدارک سے آگاہ فرمائیں۔ اور اگر مربیانہ کر رہے ہیں تو حضرت مولانا نے کب اپنی تربیت
کو آپ کے حوالہ کیا ہے۔ اور کیا یہ طریق موجب گرانی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کو بات کرنے کا بھی
سلیقہ نہیں یہ مجھکو تبلایا جائے۔ کہ اس عبارت میں دارالعلوم کے معاملات کی تخصیص کیوں کی گئی ہے۔ کیا آپکا
مقصود یہ ہے کہ پیری مریدی کے مسئلہ سے تعرض نہ کیا جاوے۔ اگر یہ مقصود ہے تو آپ سے کیا توقع
ہے کہ آپ مدرسہ کے معاملات میں حق کو قبول کریں گے۔ اور جبکہ اس کی توقع نہیں تو آپ سے گفتگو کا نتیجہ
کیا ہے۔ پھر آپ نے اعتراضات وشبہات کے ساتھ یہ قید کیوں لگائی ہے۔ کہ جو کسی اصل شرعی کے
ماتحت ہوں۔ کیا آپ کا مقصود یہ ہے۔ کہ جب حضرت مولانا آپ کی کسی خرابی کی اصلاح کرنے کا خیال
ظاہر فرمائیں تو آپ مناظرہ شروع کر دیں۔ کہ اول یہ ثابت کیجئے کہ یہ کون سی اصل شرعی کے ماتحت ہے
اگر یہ مقصود ہے تو ہم مطلع کرتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ وہ فضول یہ دردِ
سری کریں۔

مولوی صاحب! آپ نے صرف الفاظ سن لئے ہیں۔ لیکن آپ کو ان کے استعمال کا موقع معلوم
نہیں۔ مہربان من آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی شیخ اپنے مریدوں کی تربیت میں اس اصول کا پابند

نہیں ہوتا - کیونکہ اُس کا مقصود بدگمانی یا سزا دینا نہیں ہوتا - بلکہ اُس کا مقصود صرف علاج و اصلاح
ہوتا ہے - افسوس ہے - کہ آپ پیری مریدی کرتے ہیں - اور آپکو اس اصول کی بھی خبر نہیں - کہ شیخ کے
لئے دلیل شرعی صرف اس کا ظن ہوتا ہے - جیسے طبیب اور مجتہد کے لئے - اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اپنے مریدوں
کے اندر اپنے نزدیک خرابیاں دیکھیں گے - لیکن آپ کے پاس ایسے دلائل شرعیہ موجود نہ ہوں گے
جن سے آپ اُن کو الزام دے سکیں - اس لئے آپ علاج نہ کر سکیں گے - اور مرید ہلاک ہونگے
تبلائیے ایسی پیری مریدی کا بجز روپیہ کمانے اور عزت کرانے اور خدمت لینے کے کیا نتیجہ - اچھا آپ مجھے
بتائیے - کہ اگر حضرت مولانا آپ کی اس شرط کو قبول کرلیں اور گفتگو کے وقت آپ کی کسی واقعی غلطی کو
آپ کے مقابلہ میں دلیل شرعی سے ثابت نہ کرسکیں - تو کیا آپ کے نزدیک وہ غلطی قابل اصلاح نہیں -
اگر نہیں - تو آپ قابل خطاب نہیں - اور اگر ہے تو آپ کے حضرت مولانا کو پابند کرنے کا کیا فائدہ ہوا -
اُس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں - اگر جناب والا میری تقصیرات اور کمزوریوں پر مجھکو تحریری یا زبانی
طور پر مجھکو مطلع فرمائیں گے - تو جو تقصیر واقعی ہوگی - اُس کی اصلاح اور تدارک میں پوری سعی کروں گا اور
کم از کم اُس کی تسلیم میں کوئی پس و پیش نہ ہوگا ؎ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے کو خطوط سابقہ میں بالکل
بری تبلا چکے - تو اب مولانا وہ واقعی تقصیریں کہاں سے لے آئیں گے - جنکو آپ تسلیم فرمالیں - پھر اگر کسی
طرح آپ کو آپ کی تقصیرات تسلیم بھی کرادی جاویں - تو آپ عمل کا پختہ وعدہ نہیں کرتے - بلکہ وعدۂ عمل
کے ساتھ کم از کم کا دم چھلا لگاتے ہیں - پھر خالی تسلیم سے کیا نفع - نہ مدرسہ کو فائدہ نہ آپ کو - پھر اس
دردسری کی کیا ضرورت - اُس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں - اور اگر واقعی نہ ہوگی تو جناب کا قلب میری
طرف سے صاف ہو جائے گا ؎ لیکن میں کہتا ہوں - کہ اس سے آپ کو کیا فائدہ - ہاں اس میں حضرت
مولانا کا فائدہ ہے - کہ وہ ایک شیخ وقت کی طرف بدگمانی کے گناہ سے بچ جائیں - پس یہ درخواست مریدانہ
نہ ہوئی - بلکہ مربیانہ اور من حیث المشیخت ہوئی - اُس کے بعد لکھا ہے اور اگر میں نے کوئی غلط اور
بیجا خیال جناب والا کے متعلق قائم کرلیا ہے یا آیندہ خدا نکردہ پیدا ہو سکے تو اُس سے معذرت خواہ ہو
جاؤں گا ؎ لیکن ہم کہتے ہیں - کہ اس کے متعلق حضرت مولانا کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے
آپ صرف یہ دیکھ لیں - کہ میں نے جو خیال قائم کیا ہے - وہ دلیل شرعی کے تحت میں ہے یا نہیں
اگر ہے تو آپ بری الذمہ ہیں - اور اگر نہیں [illegible]

اپنے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں - آخر میں آپ نے آیہ - لا تقف ماليس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنه مسئولا - تلاوت کی ہے - جس سے آپنے اپنی حیثیت کو بالکل واضح کر دیا - اور بتلا دیا کہ آپنے یہ خط مریدانہ نہیں لکھا - بلکہ مربیانہ اور مولعانہ لکھا ہے - کہ بلاتحقیق میری نسبت کوئی خیال قائم کرنیسے آپ کو بچنا چاہئے - گویا اب تک حضرت مولانا کو اس آیت پر عمل کا اہتمام نہ تھا - استغفر اللہ - بعلا حد ہے - اس بد دماغی کی - یہ مختصر تنقید تھی - مولوی شبیر احمد کے خطوط پر اس سے منصف المزاج اور اہل فہم ناظرین پر اصل حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی - اور اُن کو معلوم ہوگیا ہوگا - کہ مولوی شبیر احمد کی حالت بلحاظ علم و فہم دیانت و تقوی - حیا و ادب - مروت و انسانیت عقل و انصاف کیا ہے - اور وہ مدرسہ کے معاملہ میں اپنے دعوی اصلاح میں کہانتک سچے ہیں - اور اُن کا پیری مریدی کا پروپیگنڈا کہانتک حدود شرعیہ کے اندر ہے - آخر میں ہم اپنے ناظرین سے درخواست کرتے ہیں - کہ اگر ہم نے بغرض اظہار حقیقت مولوی شبیر احمد کے متعلق کوئی ایسا لفظ لکھا ہو جو سرسری نظر میں اُن کے لئے موجب گرانی ہو تو وہ ہمیں معذور رکھیں گے اور یہ خیال فرمائیں گے کہ جبکہ مولوی شبیر احمد حضرت مولانا کے مقابلہ میں محض بلا وجہ گستاخی اور بدتہذیبی سے کام لے سکتے ہیں - تو اگر ہم اُن کے مقابلہ میں بغرض اظہار حقیقت کوئی لفظ ایسا استعمال کریں - جو بادی النظر میں گراں معلوم ہو - تو ہمکو بھی یہ حق ہونا چاہئے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ مولوی شبیر احمد صاحب کا آرگن مہاجر اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ رمضان میں مولوی ایوب انصاری کے اس مضمون پر تنقید کرتے ہوئے جو اُنہوں نے اتحاد ثلثہ مولوی شبیر احمد اور مفتی صاحب اور شاہ صاحب کے متفقہ مضمون کے جواب میں لکھا ہے اس حقیقت کا اقرار کرتا ہے کہ مرقاۃ پڑھنے والے طالبعلم کو تو ——
حق نہیں کہ وہ اکابر ثلثہ کے مضمون کا جواب لکھے (اگرچہ اُن کے بیان کے موافق ایک بڑھیا کو حق ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرے) لیکن مولانا کو حق ہے کہ وہ اس بیان پر جس نوعیت سے چاہیں تبصرہ کریں - کیونکہ غالباً جو تناسب مولوی حسین احمد صاحب اور مفتی صاحب میں ہے - وہی تناسب معکوس طور پر مجھ میں اور مولوی شبیر احمد میں ہے - اس لئے مجھے بالاولی یہ حق ہونا چاہئے - آخر میں ہم - جناب مفتی صاحب اور شاہ صاحب کے خط کے اس حصہ پر کلام کرتے ہیں - جو کہ اس مراسلت سے متعلق ہے - وہ اسی مہاجر میں جس میں مراسلت شائع ہوئی ہے - ایک صاحب مجیب کے نام کے جواب میں شائع ہوئی ہے - اس میں لکھا ہے - اسے کیا کیا جاوے - کہ ابھی حال میں جو مراسلت حضرت اشرف علی صاحب اور مولوی شبیر احمد کے درمیان ہوئی - اور جو میں نے خود دیکھی - ان میں مولوی شبیر احمد کی طرف سے ہر ممکن سعی اس کی ہے کہ آپ فریقین کے زعما کے بیانات سنیں - معاملات کی تحقیق فرمائیں - افہام

موقع دیں۔ اور جو کوئی کمزوری یا تقصیر کسی اصل شرعی کے ماتحت آپ ثابت کریں گے۔ اُس کا میں شکر گذاری سے اعتراف کرونگا اور تلافی کی کوشش کروں گا۔ حضرت مولانا نے اس کے جواب میں سلسلۂ مکاتبت ہی بند کردیا اور اپنے سے ملنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ اب فرمایئے۔ کہ ایسی صورت میں کیا کیا جاوے یہ مضمون ایسے دو حضرات کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ جن کے تقدس اور علم کی دھوم سے ہندوستان کی طویل و عریض فضا گونج رہی ہے۔ اور ایسی حالت میں اگر ہم کچھ لکھیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ لجنہ کے دفتر سے ہم کو وہی انجام ملے جو مولوی ایوب انصاری کو ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمکو مہاجر کا یہ مضمون کہ ایک بڑھیا کو حضرت عمرؓ پر اعتراض کا حق تھا ہمت دلاتا ہے اور ہم اس کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کہ اے اللہ ان حضرات کے اس تقدس و علم کو کیا ہوا جس سے ہندوستان کی اسقدر وسیع فضا گونج رہی ہے۔ اور جس حقیقت کو ایک اُردو داں آدمی بھی سمجھ سکتا ہے وہ ان حضرات کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ **صاحبو!** یہ ہر دو بزرگوار لکھتے ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد کو مولانا نے ملنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ مولوی شبیر احمد نے حضرت مولانا سے ملنا اور ملکر معاملہ کا تصفیہ کرنے کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضرت مولانا نے منظور نہ کیا۔ اب ذرا اس مراسلت کو اول سے آخر تک پڑھ جایئے۔ اس میں کہیں۔ اس مضمون کا پتہ ہے۔ حاشا وکلا۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت مولانا نے اپنے پہلے خط میں مولوی شبیر احمد کو اُن کی غلطی کے کافی تدارک کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور جس صورت میں کہ انکو تدارک منظور نہ ہو۔ اُس صورت میں لکھا تھا۔ کہ میں آپ سے ملنے کے قابل نہیں۔ اب کوئی بتلائے۔ کہ کیا یہ وہی مضمون ہے جو ان حضرات نے بیان فرمایا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی اُردو داں بھی ایسا خیال کر سکتا ہے۔ پھر ان حضرات نے دعوی کیا ہے کہ مولوی شبیر احمد نے اسکی امکانی کوشش کی کہ فریقین کے زعما کو جمع کر کے افہام وتفہیم کا موقع دیا جاوے لیکن مولانا نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ مگر یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے۔ مراسلت مطبوعہ آپ کے سامنے ہے اس میں اس مضمون کا پتہ بھی نہیں۔ بلکہ اُنہوں نے نہایت غصہ سے حضرت مولانا پر اعتراض اور ملامت کی ہے۔ کہ آپ نے دیوبند آکر فریقین کے زعما کو جمع کر کے اور اُن کے بیان کو سنکر فیصلہ کی صورت کیوں نہ نکالی کیوں صاحبو! کیا یہ وہی مضمون ہے۔ جو ان حضرات نے بیان کیا ہے۔ پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ حضرات کیسے اہل علم اور مقدس ہیں۔ کہ نہ بات کو سمجھتے ہیں اور نہ انصاف سے کام لیتے ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مولانا کی مراسلت کا مقصود نزاعات کا تصفیہ نہیں تھا بلکہ طرز مطالبہ میں جو غلطی ہوئی تھی۔ جس کا مولوی شبیر احمد کو خود بھی اقرار ہے۔ کیونکہ اُس سے اُنہوں نے مولوی حبیب الرحمن سے معافی مانگی تھی۔ اُس کی تلافی کے لئے کہا گیا تھا۔ پھر اس کے سلئے فریقین کے

زعماء کو جمع کرنے اور افہام وتفہیم کی کیا ضرورت تھی - الغرض ان حضرات کا یہ بیان بالکل غلط فہمی پر مبنی ہے
اور حقیقت یہ ہے کہ نہ ان حضرات نے مراسلت کی نوعیت کو سمجھا - اور نہ اُس کے مطلب کو - اس وقت ہم اسی قدر
پر اکتفا کرتے ہیں - لیکن اگر ضرورت ہوئی تو ہم اس پر مبسوط تبصرہ کریں گے - سب سے آخر میں ہم مہاجر کی اُس
تنقید کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں - جو اُس نے رموز تصوف کے عنوان کے تحت میں کی ہے - مہاجر لکھتا ہے -
قارئین کرام کسی دوسری جگہ وہ مراسلات پڑھیں گے - جو نزاعات دارالعلوم کے متعلق ان دونوں حضرات
کے درمیان ہوئی ہے - ترسیل خطوط کی ابتدا مولانا تھانوی مدظلہ کی طرف سے ہوئی ہے - جس میں مولانا
شبیر احمد صاحب کو یہ ہدایت کی گئی ہے - کہ میرے سلسلہ میں بیعت کا سلسلہ منقطع کر دیا جاوے - ہم
قارئین کی معلومات کے لئے وہ خلافت نامہ بجنسہ شائع کرتے ہیں - جو ۱۳۲۶ھ میں مولانا تھانوی کی بارگاہ
تصوف سے مولانا شبیر احمد صاحب کو عطا ہوا تھا - اب ہم ان اسباب کے سمجھنے سے قاصر ہیں جنہوں نے
حضرت تھانوی کو اس سلب خلافت پر مجبور کیا - کیا ادارۂ اہتمام کی حمایت وعدم حمایت میں تصوف کی تمام
پنہائیاں مضمر ہیں؟ اس بیان میں کارپرداز ان مہاجر نے جسقدر دیانت انصاف اور تہذیب کا خون
کیا ہے - ہم اُس کو بیان نہیں کر سکتے - کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مولوی شبیر احمد کو خلافت سے
علیحدہ کرنے کا واقعہ ۱۳۲۶ھ کا ہے - جبکہ فریقین باہم شیر و شکر تھے - اور اہتمام اور رنجش کا کوئی جھگڑا

تو کیا اُس کا احتمال بھی نہیں تھا -

لیکن مہاجر دنیا کی آنکھ میں خاک جھونک کر اُن کو بتانا چاہتا ہے - کہ مولانا نے مولوی شبیر احمد کو
اس لئے علیحدہ کیا - کہ وہ اہتمام کے خلاف ہیں - اور وہ علیحدگی اُس وقت عمل میں آئی ہے - رہا
یہ سوال کہ وہ کیا اسباب تھے جنکی بنا پر ان کو خلافت سے الگ کیا گیا - سو اس کا جواب خود تتمات تنبیہات
میں موجود ہے - لیکن اگر اُس کو ناکافی سمجھا جاوے - تو مزید استفسار چودھری عبدالرحمن ساکن
بسی شاہ پور سے کیا جاوے جو کہ اُن کے مرید خاص تھے - غالباً وہ آپ کو تشفی بخش جواب دیں گے -
اور اگر اُن سے بھی تشفی نہ ہو تو پھر ہم بتلائیں گے - اس وقت ہم اسی قدر تبصرہ پر اکتفا کرتے ہیں - جو کہ اہل
فہم وانصاف کے لئے کافی سے بھی زائد ہے - لیکن اگر اس کے بعد ہم کو مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہوئی
تو ہم انشاء اللہ اس کی مزید تفصیل کریں گے - والسلام - علی من اتبع الہدی -

(احقر حبیب احمد کیرانوی عفا اللہ عنہ)